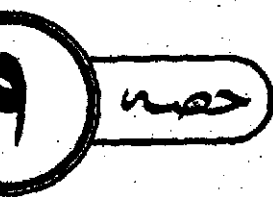


جملہ حقوق بحق



بخارا

ملا محمد

ترجمہ

مولانا سید حسرت

در خلا

حضرت ابوالحسن

امام علی بن محمد

شجرہ منورۃ اللہ تمہارے پاس اللہ
تمہیں اس کا اجر ملے گا۔
بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام
صاحب مجھے ملا۔ اللہ تمہارا یہ عمل قبول فرما
ہمیں دنیا کی آخرت میں ہم اہل بیت کے ساتھ
میں بھیجے ہیں یہ اور اللہ کی تمام عطا کردہ نعمت

اسے کہ وہ تمہاری مخالفت سے باز آجائے
کہ تمہاری منزلت میری نظر میں کیا ہے۔ میں
اور جہان میں اپنے دوستوں اور مانتوں
تمہارے حکم پر چلیں اور یہ کہ تمہارے سوا
(رجال کشی ص ۵۹-۵۰۶ م)

www.sirat-e-n

حصہ دوم امام دہم

حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی ابن امام محمد تقی علیہما السلام

باب اول

القاب، کنیت، ولادت و شہادت

جائے سکونت

اسم گرامی

والدہ محترمہ

تاریخ ولادت

نقش خاتم

تاریخ وفات جائے دفن، خلفاء وقت

باب دوم

امامت کیلئے اقوال و نصوین امام

قوم کا اجتماع

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی نص

ابوالحسن مجتہد سے مشابہ ہے

باب سوم

اخبار و معجزات

ملکیت امام

ایک معجزہ

سنگریزوں کا سونے میں تبدیل ہونا

ہوانے امام کا احترام کس طرح کیا

اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

ایک مبروص کی صحت

ایک ہندی شعبہ باز کی ہلاکت

ایک اور معجزہ

ترکی سردار کے بچپن کا نام

اخبار العلوم

ایک ظالم حاکم سے نجات

منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام

تم اللہ کی کون کونسی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے

سیرمن دئے اُجڑنے کی پیش گوئی

حق بمقدار رسید

علم الاخبار

ایک اور اعجاز

علم مافی الضمیر

علم مافی الارحام

علم منہا یا

زیر مصیبت جواب مسئلہ

دعائے قبول حاجات

استجاب دعائے دعا

سخاوت

احیائے موتی

سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں

مرد موہن کے قرض کی ادائیگی

تاریخ التقریر تارک العقولہ کے برابر ہے

محمد میرے جد ہیں یا آپ کے؟

فارسی زبان کا علم

سقلانی زبان میں گفتگو

عطائے محمد عطائے علی

امام اور اسب کا مکالمہ

پرندوں کی نظر میں امام کا احترام

امام کی فوج کی شان

متوکل نے امام کی زیارت پر پابندی لگادی

رعب امام

میں امامت کا کیوں قائل ہوا؟

زمین کے ہر خطے میں قبریں ہیں

طی الارض

زینب بنت فاطمہ ہونے کی دعوت دیا

مال کثیر کا مفہوم

یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور ان کے جوابات

سزائے خوف سے اسلام لانے کی سزا

معرفت پر ایک تفصیلی گفتگو

یزداد طبیب

باب چہارم

خلفائے وقت

متوکل کا ارادہ قتل

ارادہ گرفتاری

اسیری اور پھر ارادہ قتل

مدینہ سے روانگی

بنی ہاشم کا پیادہ جلوس

متوکل کے قتل کی پیش گوئی

متوکل کے لیے بددعا

شرکاء قتل

صد رحی

محمد بن حنفیہ کی اولاد کی جرأت و دلیری

یوم بعض الظالمہ

گریبان چاک کرنے کا جواز

باب پنجم

اولاد امام اور حالات جعفر کذاب

اولاد امام علی النقی علیہ السلام

جعفر کا کردار برادران یوسف جیسا

جعفر کا امام کی تقشیر پر مقرر ہونا

جعفر کذاب کے متعلق توفیق امام عمر

یرنگ خانہ ان ہے

جعفر کذاب کا حضرت جعفر طیار کے

خاندان کی لڑکی کا فروخت کرنا

باب ششم

احوال اصحاب امام علیہ السلام

سہل بن یعقوب ابوالواس

اختیارات امام

دربان و وکیل

ابوالغوث شاعر آل محمد

بقا مقام ترک کے بارے میں رسول کی دعا

اصحاب امام

فارس ایک قابلِ خدمت شخص تھا

ابوالہاشم جعفری

ابوعلیٰ کو حسین بن عبد رب کا قائم مقام بنانا

ابوعلیٰ بن راشد کے متعلق امام کا خط

الیس بن حمزہ قوی کو دعا کی تعلیم

میرے لیے حاضر حسینی میں دعا کی جلتے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نمبر

بَحَارُ الْاُخْوَارِ

مُلا مُحَمَّد بَاقِر مَجَاسِی رَحْمَةُ

تَرْجَمہ

مُولانا سید حسن ایدہ اودھ پور

دَر حَالَات

حَضَرَتُ اِمَامِ مُحَمَّد تَقِی عَلَیْہِ السَّلَام

حَضَرَتُ اِمَامِ عَلِی رَضِی عَلَیْہِ السَّلَام

حَضَرَتُ اِمَامِ حَسَن عَسْکَرِی عَلَیْہِ السَّلَام

محفوظ بکٹ کنہسی امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵

فون: ۲۲۲۲۸۶

۳۹۱۴۸۲۳

ٹیکس: ۳۹۱۴۸۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

”بحار الانوار“ طبع جدید طہران جلد نمبر ۵ مشتمل بر حالات

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

اس میں بحار الانوار کی مضمون دار روایات کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ اگر کوئی اہل کو سیکھنے

کو رکھ کر دیکھنا چاہے تو کوئی دقت پیش نہ آئے۔ پھر ہر روایت پر ضمنی سرخیاں بھی قائم کر دی گئی ہیں

تاکہ ناظرین کے لیے نفس مضمون کی تلاش آسان ہو جائے۔

ترجمہ کیسا ہے، اس کا فیصلہ خود ناظرین کریں گے، اپنی طرف سے صرف یہ عرض ہے کہ

ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شیشی کا عطر دوسری شیشی میں ڈیلینے

کی کتنی ہی کوشش کی جائے پھر بھی پہلی شیشی میں کچھ نہ کچھ لگا ہوا رہ جائے اور انڈیلنے والا معذور ہے

والسلام
”متجسم“

سید حسن امداد (ممتاز لافاضل)

اس کتاب ”بحار الانوار“ جلد نمبر ۵ کے ترجمے کے
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نیز اس ترجمے کا کوئی جز یا کل کتاب کا بلا اجازت
شائع کرنا خلاف قانون متصور ہو گا۔

مصنف _____ مولانا باقر مجلسی علیہ الرحمہ

مترجم _____ سید حسن امداد صاحب (ممتاز لافاضل)

طابع _____ سندھ آفیسٹ پریس۔ کراچی

کتابت _____ جعفر زید

ناشر _____ محفوظ بک کمپنی۔ مارٹن روڈ کراچی

محارر الانوار جلد نہم

حصہ اول در حالات حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

صفحہ نمبر	باب اول	صفحہ نمبر	باب دوم
۱۵	ولادت و وفات، اسماء و القاب	۲۸	آپ کی امامت کے متعلق نصوص
۱۷	سن ولادت و وفات کی تحقیق	۲۹	نصوص امام رضا علیہ السلام
۱۹	نقش خاتم، القاب، کنیت	۳۱	مولود مسعود
۱۹	وقت ولادت کلمہ شہادتین	۳۱	نبوت اور امامت کیلئے عمر کی قید نہیں
۲۱	اخبار العلوم	۳۲	نص امام موسیٰ بن امام جعفر صادق
۲۲	وجہ انتقال	۳۳	ایک وقت میں دو امام
۲۳	شبیر موسیٰ و عیسیٰ	۳۴	تفویض امامت
۲۴	کم سنی میں خطبہ اول	۳۸	ثقل زبان
		۳۸	علی بن جعفر بن محمد کی عقیدت
۲۰	باب سوم		
۲۲	معجزات امام علیہ السلام		
۲۲	علم قیامت سے ثبوت امامت		
۲۳	عصا کی گواہی		
۲۳	ازالہ شکوک		
۲۳	افتراد داری کی سزا		
۲۳	ناکردہ گناہ کی سزا		
۲۴	مدتے کا صلہ		
۲۴	علم الافکار		
۲۵	شارع العلوم		
۲۸	امام کی رسوائی کے لیے		
۲۹	بیکردار باپ کی خدمت		
۲۹	مبغضہ طی الارض		
۵۰	بصارت پلٹ آئی		
۵۱	گھٹنوں کا درد دور ہو گیا		
۵۱	سیما		
۵۱	ایک اعجاز		
۵۳	علیم مافی الضمیر		
۵۵	سیمائی		
۵۷	یہ فطرس والے ہیں		
۵۸	الکوجے مہرزد		

۶۰	کنیز کی خسر پداری	۶۰	برادر ایمانی سے سلوک
۶۱	لہو و لعب سے نفرت	۶۱	روافض کی پختہ اعتقادی
۶۲	علم منایا	۶۸	اسناد حرر جواد
۶۳	حسن و رباب سے نفرت	۱۰۱	علماء و فقہاء عصر اور آپ کے علم کی آزمائش
۶۴	شکر الحمد للہ	۱۰۳	دریائے وجہ کے پانی کا علم
۶۵	اخبار العلوم	۱۰۳	کھجور کا شربت
۶۶	سامان کس سے خریدا جائے	۱۰۴	فضا میں دریا اور دریا میں مچھلیاں
۶۶	علم الاخبار	۱۰۵	زلزلوں سے نجات کا عمل
۶۷	غسل امام بدست امام	۱۰۵	آئمہ طاہرین کی طرف سے طواف کعبہ بجالانا
۷۱	تذقیں امام کے لیے	۱۰۶	گھر سے نکلے تو بڑے دروازے سے
۷۲	قتل امام پر مامون کی مذمت	۱۰۷	ہدیہ کسی کا بھی واپس نہیں کرنا چاہیے
	باب چہارم	۱۰۷	منبر رسول سے تعارف
	ام الفضل بنت مامون سے عقد اور		آپ کے اصحاب
	احتجاج و مناظرے	۱۰۸	زکریا بن آدم
۷۶	مامون اور خطبہ نکاح	۱۰۹	محمد بن عبد العزیز
۷۶	ام الفضل کا مہر	۱۰۹	علی بن مہزیار
۷۷	اختلاف و احتجاج	۱۱۰	صالح بن محمد بن سہیل
۸۱	فقہی مسائل کا جواب	۱۱۰	خیران بن قراطیسی
۸۳	بارکت دن	۱۱۱	ابراہیم بن محمد ہمدانی
۸۴	ام الفضل کا شکایتی خط		
۸۴	یحییٰ بن اکثم سے مناظرے		
۸۷	رعب امامت		
	باب پنجم		
	فضائل و مکارم الاخلاق		
۹۰	کم سنی میں بیس ہزار مسائل کا جواب		
۹۳	چند سوالات		
۹۵	اعجاز امام		

حصہ سوم امام یازہم حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام

باب اول سکونت، ولادت، القاب اور نقش خاتم

۲۳۰	جائے سکونت
۲۳۰	تاریخ جائے ولادت اور شہادت امام
۲۳۲	القاب و کنیت
۲۳۲	نقش خاتم

باب دوم نصوص در امامت

۲۳۶	امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد
۲۳۶	امام علی النقی علیہ السلام کی نص
۲۳۷	نصوصی ادخار

باب سوم مکارم الاخلاق و دیگر امور

۲۳۴	سر اقدس کا نور
۲۳۴	اطلاعات آید امام مہدی علیہ السلام
۲۳۵	ظہور امام عصر علیہ السلام اور انہدام منائر
۲۳۵	اسحاق کندی کی تناقض قرآن
۲۳۷	دشمن سے درس کا طریقہ
۲۳۷	شاعر متوکل سے سلوک
۲۳۷	علم امامت اعمالی ہند گان
۲۳۹	زعم امامت

۲۵۲	قیہ خانے میں ؟
۲۵۳	زمین کے خزانوں کی کنجیاں
۲۵۳	تمام ائمہ برابر ہیں
۲۵۳	حجت اللہ اور دوسروں میں فرق
۲۵۳	ایک زائر کے ساتھ سلوک
۲۵۵	حضرت علی کا لون بکائی سے خطاب
۲۵۶	امام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں
۲۵۶	خواب اور بیداری میں کوئی فرق نہیں
۲۵۷	بدکار و عورتوں سے متعلق ممانعت
۲۵۸	فرش پر انبیاء کے قدموں کے نشان
۲۶۰	صاعد نصرانی کا ایمان لانا

باب چہارم معجزات و کرامات

۲۶۴	سنگریز پر ائمہ کا ہرین کی مہر
۲۶۵	معجزہ نامہ شرمہ سلمانی
۲۶۶	فصد میں خون کے بدلے دودھ نکلا
۲۷۰	طی الارض
۲۷۱	کنویں کے پانی کا بلند ہونا
۲۷۲	عسکریہ میں کے روضہ کی کرامت
۲۷۲	درندے بھی معرفت امام رکھتے ہیں
۲۷۲	زمین نے حسب مروت سزا چاندی اگل دی
۲۷۳	قلہ کا غنم خود بخود حملے لگا

قیہ خانہ بھی آپ کو باندھ کر سکا رکش گھوڑا آپ کا منقطع ہو گیا۔ باب پنجم اخبار القیوم بحار العلوم

۲۷۵	نبی کی بڑی اور راہب
۲۷۵	جاسوس کی نشاندہی
۲۸۱	معتد کی قید سے رہائی کا علم
۲۸۲	دشمن تو ہماری نسل قطع کرنا چاہتا ہے
۲۸۲	بندگیوں کا خطرہ
۲۸۳	علم اصلاب و ارحام
۲۸۳	علم ارحام
۲۸۳	بغیر روشنائی کی تحریر کی شناخت
۲۸۴	جج کو جاؤ پیاس کا کوئی خطرہ نہیں
۲۸۴	مستقبل کا علم
۲۸۵	گھوڑے کی فروخت کا حکم
۲۸۶	علم بلایا
۲۸۷	کس نے کونسا مال چڑایا
۲۸۸	تیری جائیداد واپس مل جائے گی
۲۸۸	بغیر طلب خاتم بخشی
۲۸۹	قرآن کا مخلوق خدا ہونا
۲۸۹	ٹوپی، دیسی امامت
۲۹۰	دعا، دیسی امامت
۲۹۰	علم مافی الضمیر
۲۹۳	علم الانساب
۲۹۵	علم مستقبل
۲۹۵	معتد کی معزولی
۲۹۶	مستعید، گزشتہ ایام و احوال

مہدی کی مدت عمر کا خاتمہ مہدی کے قتل کی پیش گوئی تین دن کے بعد خوشخبری کی اطلاع گمشدہ غلام کی نشاندہی علم منایا اللہ فضل پر دم کرے مستقبل کا علم مشکوٰۃ سے مراد کنیز کی موت کا علم عروہ بن یحییٰ کے لیے بددعا زہری کے لیے بددعا ابن ہلال سے برائت کا اعلان باب ششم تفسیر آیات قرآنی و اقوال زہری

۲۹۶	اپنے کام سے کام رکھو
۲۹۶	واقعیوں سے ترک موالات کرو
۲۹۶	انگلی کے اشارے سے ہدایت
۲۹۶	ایک دوستدار کو دعا کی تسلیم
۲۹۶	حزب اللہ کا شمار
۲۹۶	فقیر سے گناہ معاف ہوتے ہیں
۲۹۶	شرک خفی
۲۹۶	حکم تقیت
۲۹۶	جائز نفع
۲۹۶	تعویذ برائے نوبی نجات
۲۹۶	تم لوگ بہت کرو دشمن کیلئے کافی ہو
۲۹۶	لوگوں کے تین طبقے
۲۹۶	من کنت مولاه کا مطلب

①۔ جاتے سکونت

صاحب معانی الاخبار بیان کرتے ہیں کہ اپنے مشائخ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ سرمن رائے کا وہ محدث جس میں حضرت امام علی النقی نے اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سکونت پذیر تھے اُس کا نام مسکرتا، اس لیے دونوں مہر ایک کلاسی (مسکرتے ہوئے) کہتے ہیں۔ (معانی الاخبار ص ۶۵)

②۔ اسم گرامی

حضرت امام ابوالحسن ثالث علی بن محمد النقی علیہ السلام حضرت امام محمد بن علی النقی الجواد علیہ السلام (امام ہم) کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی روایت سے زیادہ پاک و طیب، لہجہ سب سے زیادہ نرم و خوشگوار، قریب سے دیکھو نہایت حسین و جمیل، دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ کامل۔ خاموش رہیں تو چہرے پر رُعبِ جلال اور غرور و قدر نمایاں، گفتگو فرمائیں تو گل افشانی کے ساتھ فصاحت و بلاغت میں اپنے جہ کی مثال آپ خاندانِ نبوت کے ایک فردِ مفرد، خلافت و وصایت کے لیے جلتے قرار۔ شجرہ طیبہ محمدیہ کے ایک پسندیدہ شاخ اور بابرِ اور درخت کے ایک چیدہ اور پسندیدہ ثمر تھے۔

③۔ والدہ محترمہ

آپ کی والدہ گرامی قدیم ولد تھیں جن کا نام نامی سمانہ مغربہ تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ سیدہ ام الفضل کے نام سے مشہور تھیں۔

④۔ تاریخ ولادت

آپ ۱۵ رزی الحمر ۲۱۲ھ میں مدینہ سے متصل ایک مقام مرما میں تولد ہوئے۔ مگر ابن عیاش کے قول کے خلاف آپ کی تاریخ ولادت ۵ رجب ۲۱۲ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام کی ولادت مدینہ کے قریب مقام مرما ۱۵ رزی الحمر ۲۱۲ھ میں ہوئی۔ اور وفات مقام سرمن رائے میں ماہ رجب ۲۴۰ھ میں ہوئی وقت وفات آپ کا سن اکتالیس سال کا تھا۔

متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ بن اعین کو بھی کراپ کو مدینہ سے سرمن رائے بلایا۔ بھارت اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی ذلتِ امامت تینتیس سال ہے۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کو سمانہ کہہ کر پکارا جاتا۔ (ارشاد ص ۲۲)

کتاب اعلام النوری میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام مقام مرما میں جو مدینہ سے نمن میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جسے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے آباد کیا تھا، وہاں ۱۵ رزی الحمر ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔

ابن عیاش کی روایت کے مطابق ۵ رجب روزِ شنبہ منہ مذکور میں تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ تھا۔

آپ کے القاب نقی، قائم، فقیہ، امین اور طیب تھے آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ (اعلام النوری ص ۲۲)

شیخ کفعمی نے اپنی کتب مصباح میں تحریر کیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوالحسن علی ابن محمد بن علی عسکری علیہ السلام ۲ رزی الحمر کو تولد ہوئے۔

ابن عیاش کا قول ہے کہ میرے گھر والوں کو شیخ کبیر ابوالقاسم کے ہاتھ کی گھسی ہوئی یہ دعا ملی: پروردگار! میں تجھ سے ان دو مولودین کے واسطے سے دعا کرتا ہوں جو ماہِ رجب میں تولد ہوں ایک محمد بن علی (امام محمد تقی) اور دوسرے ان کے فرزند علی بن محمد (امام علی نقی)۔

ابن عیاش کا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی نقی علیہ السلام) ۲ رجب کو تولد ہوئے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ۵ رجب کو تولد ہوئے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ ابراہیم بن اسماعیل کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری (امام علی نقی علیہ السلام) ۱۳ رجب روزِ شنبہ منہ کو تولد ہوئے۔

کافی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام ماہِ رزی الحمر میں تولد ہوئے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ماہِ رجب ۲۱۲ھ میں تولد ہوئے آپ کی والدہ ام ولد تھیں، جن کا اسم گرامی سمانہ تھا۔ (کافی جلد ۱ ص ۲۹)

محمد بن طہرانی کی کتاب کشف الغتہ میں تحریر کرتے ہیں: آپ کی ولادت ماہِ رجب ۲۱۲ھ میں ہوئی، آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ مغربہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دوسرا جملہ بھی

میں ہوئی، آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ مغربہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دوسرا جملہ بھی

میں ہوئی، آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ مغربہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دوسرا جملہ بھی

آپ کا اسم گرامی علی ہے۔ آپ کے القاب ناصح، متوکل، مفقح، مرتقی ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور متوکل ہے، مگر اس لقب کو آپ چھپاتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے کہ اس لقب سے یاد نہ کیا کریں، کیونکہ یہی خلیفہ وقت کا بھی لقب ہے۔ آپ کی وفات ۲۵ جمادی الاخریٰ ۲۵۲ھ کو معتز کے دور خلافت میں ہوئی۔ اس طرح آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ اپنے والد کے ساتھ آپ نے چھ سال پانچ ماہ اور والد کی وفات کے بعد تیس سال کچھ رہے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال عمر آپ کی قبر مبارک شترمن رائے میں ہے۔ (کشف الغم جلد ۳ ص ۲۳۲)

حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپ کا سن ولایت ۱۲ھ اور سن ۲۵ھ ہے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ آپ کی قبر مبارک شترمن رائے میں منصرف کے عہد میں آپ وہاں دفن ہوئے۔

آپ کا لقب ہادی اور آپ کی والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۵ رزی الحج ۱۲ھ کو مدینہ میں تولد ہوئے اور ماہ میر شترمن رائے کے اندر وفات پائی۔ وقت وفات آپ کی عمر اکتالیس سال چند ماہ آپ کی قبر شترمن رائے میں خود اپنے ہی گھر کے اندر ہے۔

ابن خثاب کا قول ہے کہ حضرت ابوالحسن مسکری علی بن محمد (امام علی نقی) کا وجب ۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ صرف چھ سال پانچ ماہ رہے اور ۲۵ جمادی الاخر روز دوشنبہ ۱۲ھ میں وفات فرمائی یعنی اپنے بچپن کے بعد تیس سال اور کچھ دن کم سات ماہ زندہ رہے۔ آپ کی قبر شترمن رائے میں ہے۔ والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے۔ مگر انہیں منفرشتہ مغربیہ بھی کہا جاتا تھا۔ آپ کے القاب نقی، ناصح، مرتضیٰ اور متوکل ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ (کشف الغم جلد ۳ ص ۲۳۲)

ابراہیم بن ہاشم قمی سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات کا وفات دوشنبہ ۲۵ رجب ۱۲ھ میں ہوئی۔

ابن عیاش کا بیان ہے کہ سیدنا ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات ۲۵ رجب ۱۲ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ (مصباح کفھی)

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی وفات ماہ رجب ۱۲ھ میں ہوئی اور شترمن رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ آپ نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابوجعفر کی مسکری

در آپ کے بعد امام ہوئے حسین، محمد، اور جعفر کو چھوڑا۔ ایک دختر عائشہ تھیں، اور آپ کا قیام شترمن رائے میں وفات تک دس سال چند ماہ رہا۔ (ارشاد ص ۳۱۳-۳۱۴)

⑤ = نقش خاتم

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا یوم ولادت ۱۵ رزی الحج روز شنبہ ۱۲ھ ہے۔

فصول المہم میں تحریر ہے کہ آپ کا رنگ گندی تھا اور آپ کا نقش خاتم: "اللہ ربی وهو عصمتی من خلقہ" تھا۔

مصباح کفھی میں ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی تاریخ ولادت ۱۵ رجب، بعض کہتے ہیں کہ ۵ رجب ۱۲ھ ہے۔ آپ کی ولادت عہد یامون میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے۔ آپ کا نقش خاتم:

"حفظاً لعهود من اخلاق المعبود" تھا۔ آپ کی پانچ اولادیں تھیں۔ آپ کی تاریخ وفات ۳ رجب روز دوشنبہ ۲۵ھ ہے۔ آپ کو معتز نے زیر دیا۔ آپ کے دربان کا نام عثمان بن سعید ہے۔

⑥ = تاریخ وفات جائے دفن اور خلفائے وقت

حضرت امام علی نقی نے شترمن رائے میں ماہ رجب ۲۵ھ میں وفات پائی، اس وقت آپ کا سن اکتالیس سال چند ماہ کا تھا۔ متوکل نے آپ کو بچلی بن ہرثمہ کے ہمراہ مدینہ سے شترمن رائے بلایا، پھر آپ اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی مدت امامت ۳۳ سال تھی۔ آپ کے دور امامت میں معتصم کا بقیعہ عہد خلافت رہا، پھر اس کے بیٹے منتصر نے چند ماہ خلافت کی، پھر مستعین یعنی احمد بن محمد بن معتصم نے دو سال نو ماہ خلافت سنبھالی، پھر معتز یعنی زبیر بن متوکل کی آٹھ سال چھ ماہ خلافت کا زمانہ تھا اور اسی کے آخری عہد میں اند کے ولی حضرت علی بن محمد علیہ السلام نے شہادت پائی اور شترمن رائے کے اند اپنے گھر میں دفن ہوئے، اور شترمن رائے میں آپ کا قیام وقت وفات تک بیس سال چند ماہ رہا۔ (اعلام الزی ۳۳۹)

مروج الذهب مسعودی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کے وفات معتز کے عہد خلافت میں دوشنبہ ۲۵ جمادی الاخر ۱۲ھ کو ہوئی، وہ اس وقت ابوجعفر

چالیس سال تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اُس وقت بیالیس سال کے تھے۔ بعض لوگ اس سے کم عمر بھی بتاتے ہیں۔ میں نے ایک حبشی کنیز کو آپ کے جنازہ پر یہ بین کہتے ہوئے سنا کہ ”مائے دو شنبہ کے دن ہم لوگوں پر یہ کیسی مصیبت نازل ہوئی۔ احمد بن متوکل نے شاعر کی مدح میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ وہیں سامرہ میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔“

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۵ھ کو وفات پائی۔ وقت آپ کا سن اکتالیس سال چھ ماہ ۱ اور بنا بر روایت دیگر چالیس سال تھا۔ متوکل نے یحییٰ بن ہریرہ کے ذریعے سے آپ کو مدینہ سے نکالا اور سرمن رائے میں بلایا، وہیں آپ نے انتقال فرمایا اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے سرمن رائے میں ۳ رجب بوقت دوپہر ۲۵۵ھ کو وفات پائی، اُس وقت آپ کا سن اکتالیس سال سات ماہ کا تھا۔ آپ کی مدت امامت ۳۳ سال ہے اور سرمن رائے میں قیام کی مدت وقت وفات تک بیس سال چھ ماہ ہے۔ (روضۃ الواعظین)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ گرامی کا نام سمانہ تھا۔ آپ مدینہ منورہ ۱۵ ذی الحجہ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور سرمن رائے میں دو شنبہ ۳ رجب ۲۵۶ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (کتاب البدع)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام معتز کے آخری دو خطافات میں زہر سے شہید ہو گئے۔ ابن بابویہ کا قول ہے کہ آپ کو معتز نے زہر دیا۔ (مناقب جلد ۱ ص ۱۱۱)

• آپ کے وفات پر مشہور کتاب المقضب میں ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث کی وفات پر اسماعیل بن صالح صبری نے آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اس طرح تعزیت پیش کی:

”زمین خوف کے مارے زلزلے میں آگئی اور اُس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں اُگل دیں۔“

اپنے آسمان کے دس ستارے غروب ہو گئے ہیں اب گیا دواں ستارہ طلوع ہوا ہے جس کا نام ابو محمد حسن ہادی ہے۔

ان کے بعد امید ہے کہ ایک ایسا ستارہ طلوع ہوگا جو بہت بلندی پر ہوگا وہ دو طویل غیبت اختیار کرے گا۔

اللہ کو یہ منظور نہ ہوگا کہ اس پر کوئی تجاوز کرے۔

بخار الاخوان

باب

امامت کے لیے اقوال

و
نصوص امام علیہ السلام

① = آپ کی امامت پر قوم کا اجماع

ابن قتیوبہ نے ٹھنی سے اور انہوں نے اپنے اسناد کے ساتھ خیرانی سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام (امام محمد بن علی علیہ السلام) کا دیوڑھی پر ملازم تھا اور خدمات انجام دیتا تھا اور احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری روزانہ ہر رات کے بعد صبح کے وقت آیا کرتے تھے تاکہ معلوم کریں کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے مرض کا کیا حال ہے فرستادہ امام محمد بن علی علیہ السلام جو خیرانی اور امام ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام کے درمیان رابطہ کا کام کرتا، جب کبھی آتا تو احمد بن محمد کو کہہ دیتے تھے کہ آج صبح کا موقع ہے خیرانی کا بیان ہے کہ ایک شب وہ فرستادہ آیا، احمد بن محمد وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور فرستادہ کو تھلیک کا موقع دیا لیکن احمد بن محمد کو مہر کو واپس آکر ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے جہاں سے ان دونوں کی گفتگو سن سکیں۔

فرستادہ نے کہا، تمہارے آقا نے تم کو سلام کہلائے اور فرمایا ہے کہ میں اپنی رخصت ہو کر اپنے مالک کی بارگاہ میں جا رہا ہوں لہذا تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عہدہ امامت میرے بعد میرے فرزند علی (النفی) کے لیے ہے۔ ان کے لیے تم لوگوں پر وہی فرض ہے جو میرے والدینہ گوار کے بعد میرے لیے تم سب پر عائد ہوا تھا۔

یہ پیغام دے کر فرستادہ کوچلا گیا۔ اور احمد بن محمد واپس آئے اور کہنے لگے لے خیرانی! اس فرستادہ نے تم سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا، سب خیریت ہے۔

انہوں نے کہا، مجھ سے نہ چھاؤ، جو کچھ اس نے تم سے کہا ہے میں نے سن لیا ہے یہ کہہ کر جو کچھ احمد بن محمد نے سنا تھا مجھ سے بیان کیا۔

میں نے کہا، یہ تم نے حرام اور ناجائز کام کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کو رد کر دو اور اسے اپنے حق سے روک دو۔

اجا اب اگر تم نے سن ہی لیا ہے تو یاد رکھنا، وقت ضرورت اس کی گواہی بھی دینی ہوگی، مگر وقت سے پہلے اس کا اظہار کسی سے نہ کرنا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اس مضمون کے دس خط لکھے ان پر اپنی مہر لگائی اور اپنے معتد و مقتدر اصحاب کو ایک ایک خط دیدیا اور کہہ دیا کہ اس کو محفوظ رکھو، اگر مانگے سے پہلے مجھے موت آجائے تو اس کو کھول کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔

جب حضرت ابو جعفر امام محمد بن علی علیہ السلام نے وفات پائی میں اپنے گھر سے اسی وقت باہر نکلا، معلوم ہوا کہ رؤساء قوم محمد بن فرج کے گھر جمع ہیں اور امامت کے عہدہ پر یہ گفتگو ہو رہی ہے۔ مجھے محمد بن فرج نے خط لکھ کر مطلع کیا کہ قوم کے مقتدر حضرات میرے مکان پر جمع ہیں اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بات مشہور ہو جائے گی تو ہم سب لوگ آپ کے گھر خود آتے اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ خود ہی اپنی سواری لے کر میرے گھر آجائیں۔

یہ خط ملا تو میں سواری پر وہاں پہنچا ان لوگوں سے گفتگو کی اور ان کی رائے سنی تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر شک میں مبتلا ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہیں میں نے رقعہ لکھ کر دیے تھے، چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ اب تم لوگ میرے رقعہ نکال لاؤ وہ لوگ رقعہ نکال لائے۔

میں نے کہا، اسی کا مجھے حکم دیا گیا تھا، اب تم ان رقعہ کو سب کے سامنے پڑھ کر سناؤ۔

انہوں نے رقعہ کو پڑھا تو سب نے کہا کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی اس کی گواہی دے تو بہتر ہوگا کیونکہ یہ تو صرف آپ ہی کی تحریر اور آپ ہی کا بیان ہے۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے از خود دوسری گواہی کا بھی انتظام فرما دیا ہے۔ دیکھو یہ ابو جعفر اشعری بیٹے ہیں جنہوں نے اس فرستادہ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے۔

انہوں نے ابو جعفر اشعری سے پوچھا۔ انہوں نے گواہی دینے میں توقف کیا۔ میں نے کہا، اے ابو جعفر اشعری! آؤ اس بات پر مبالغہ کر لیں۔

یہ سن کر وہ خوفزدہ ہوئے اور جلدی اقرار کر لیا کہ ہاں میں نے ہی سنا تھا، مگر میں چاہتا تھا کہ یہ عہدہ اب عرب میں سے کسی اور کو ملے، مگر مبالغہ کا سنا ہے تو پھر کتمان شہادت کی اب کوئی راہ نہیں ہے۔

پھر جبکہ حضرت ابو الحسن امام علی بن علی علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہ کر لیا، اس وقت تک افراد قیام رہا ہے انہوں نے اسے

واضح ہو کہ آپ کی امامت پر نص کے سلسلہ میں روایات کا ایک طویل سلسلہ ہے اگر ہم اس کی تفصیل پیش کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔ تمام قوم کا آپ کی امامت پر اتفاق نیز ان کے مقابلہ میں اس وقت کسی اور کا دعویٰ امامت نہ کرنا یہ بھی آپ کی امامت کا ایک بڑا ثبوت ہے پھر اہل کلمہ کے بعد آپ کی امامت پر جو تفصیل میں ان کو تفصیل سے پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ (اعلام الوریٰ ارشاد)

② = حضرت امام محمد تقیؑ کی نص

صقر بن دلف سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر امام محمد بن علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: میرے بعد میرا فرزند (میرا جانشین اور امام ہوگا۔ اسی کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول ہے۔ اور علی کے بعد اس کا فرزند حسن امام ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۵)

③ = حضرت امام محمد تقیؑ کا قول ابوالحسن مجتبیٰؑ سے مشابہہ ہے

عیون المعجزات میں ہے کہ حمیری نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے: احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام مدینہ سے عراق جاتے تھے تو آپ نے حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو اپنی گود میں بٹھایا۔ ان کی امامت کے لیے نص فرمایا۔ پھر اچھا، تمہارے لیے عراق کا کونسا تختہ سونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: ایک تیغ شہر بار۔

پھر اپنے صاحبزادے موسیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: تمہارے لیے کیا تختہ سونا چاہیے؟ انھوں نے کہا: ایک گھوڑا۔

آپ نے فرمایا: ابوالحسن علی النقی مجھ سے مشابہہ ہے اور موسیٰ اپنی ماں سے مشابہہ ہے۔ اسماعیل بن جہان سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو جعفر پہلی مرتبہ مدینہ سے بغداد جاتے تھے تو آپ کی روانگی کے وقت میں نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر نثار میں اس سفر میں آپ کے لیے کچھ خوراک محسوس کر رہا ہوں یہ فرمائیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پھر جب مقتضی نے آپ کو طلب کیا میں نے پھر عرض کیا: جہنم تیرا ہے اب فرمائیے آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ اس پر آپ نے فرمایا: اللہ کا۔ سنو! میرے بعد میرا فرزند علی امام ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۵)

بخار الاخبار



باب



آپ کے متعلق اخبار
اور
معجزات

① — ملکیت امام ؟

کہ میں نے ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپ پر ہزار ہا گناہوں کا پاس لائی جاتی ہے اس کے لیے یہی کہا جاتا ہے کہ یہ چیز حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی پاس ہے، پھر میں کیا کروں ؟

آپ نے فرمایا: جو چیز بحیثیت ہم امام کے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی پاس ہے وہ کتاب خدا اور سنت رسول کی بنا پر میری پاس ہے۔

② — ایک معجزہ

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا، تو آپ نے مجھ سے ہندی میں گفتگو میں آپ کی گفتگو نہ سمجھ سکا۔ آپ کے سامنے کچھ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے انہیں کنکری اٹھائی، منہ میں ڈالی اور پیری طرف پھینک کر فرمایا:

اے ابوالہاشم! اس کو چوسو۔
میں نے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا، کچھ دیر اس کو چوستا رہا، اس کے بعد اسے آپ کے پاس سے اٹھا تو میں تہتر ۳۲ زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا، جن میں ہندی زبان بھی شامل تھی۔
حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے جعفر سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

③ — سنگریزوں کا سرخ سونے میں تبدیل ہونا

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام کے سامنے

بابر کسی کو خوش آمدید کہنے گیا۔ جب اُس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو میں نے آپ کے بیٹھنے کے لیے زمین پوش ڈال دیا۔ آپ اُس پر بیٹھ گئے۔ میں بھی آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ دوران گفتگو میں نے آپ سے اپنی تنگدستی اور بد حالی کی شکایت کی۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور جن سنگریزوں کے قریب آپ تشریف فرماتے اُن میں سے ایک ٹھسی بھر کر مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا: لو! یہ تمہارے لیے کافی ہے مگر جو کچھ دیکھا ہے اسے کسی سے بیان نہ کرنا۔ جب ہم وہاں سے واپس آ گئے تو دیکھا کہ اُن سنگریزوں میں چمک ہے، اور اُن کا رنگ تبدیل ہو کر سرخ سونے کی طرح ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک سنا کر کو بلایا اور کہا: ذرا اُن کو پرکھ کر بتاؤ، یہ کیا ہے ؟

اُس نے کہا: یہ تو بہترین سونا ہے اس سے بہتر سونا تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ یہ تو سنگریزوں کی شکل میں ہے، یہ کہاں سے مل گیا ؟ یہ توحیرت کی بات ہے۔
میں نے کہا: یہ میرے پاس زمانہ قدیم کا تحفہ ہے۔ (فتاویٰ ہدایہ دارالکرام ص ۳۳)

④ — ہولے امام کا احترام کس طرح کیا ؟

سمیلہ کاتب جو ستر مین رہنے کے واقعہ نگاری پر مامور تھا، کا بیان ہے کہ متوکل اپنی سواری پر جامع مسجد جلیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ چھ خطیبوں کی تعداد بھی ہوتی تھی۔ اُن میں عباس بن محمد کی اولاد کا ایک شخص بھی جاتا تھا، جس کا لقب ہر لیبہ تھا جس کی متوکل بہت حقیر کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو متوکل نے ہر لیبہ کو خطبہ دینے کا حکم دیا۔ ہر لیبہ نے منبر پر جا کر بہت عمدہ خطبہ دیا، مگر قبل اس کے کہ وہ منبر سے اترے، متوکل خود نماز پڑھانے کے لیے منصف پر پہنچ گیا۔

یہ دیکھ کر ہر لیبہ منبر سے اُترا، اور آگے بڑھ کر پیچھے سے اُس کا گلا پکڑ لیا اور بولا: اے امیر المومنین! تمہیں معلوم نہیں کہ جو جمعہ کا خطبہ پڑھتا ہے وہی جمعہ کی نماز بھی پڑھتا ہے ؟ پس سن کر متوکل بولا: میں نے تو چاہا تھا کہ تمہیں شرمندہ کروں، مگر تم نے مجھ ہی کو شرمندہ کر دیا۔

ایک مرتبہ آل عمر کے دشمنوں میں سے ایک شخص نے متوکل سے کہا: اے امیر المومنین! آپ علی بن محمد (امام علی نقی علیہ السلام) کے ساتھ جتنے احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اتنا کوئی پیش نہیں آتا۔ آپ کے گھر کا ہر فرد اُن کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب وہ آتے ہیں تو کوئی بڑھ کر اُن کے لیے دروازہ کھولتا ہے، کوئی بڑھ کر دروازہ سے کھڑا ہوتا ہے،

اٹھاتا ہے اور یہ ایسا عمل ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ بھی ہمیں گے کہ اگر خلافت کے حقیقی مستحق یہ نہ ہوتے تو سرگوان اتنا احترام نہ کیا جاتا۔

لہذا، متوکل کے خادموں نے یہ طے کر لیا کہ اب ان کے لیے دروازے کا پردہ کھول دیا جائے گا یہ کام وہ خود ہی کریں گے، جس طرح دیگر افراد خانہ وغیرہ گھریں داخل ہوتے ہیں اسی طرح علی بن محمد (امام علی النقی علیہ السلام) بھی داخل ہوں۔

اور متوکل کا یہ حکم تھا کہ ہمیں ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ کی بھی خبر دی جائے۔ لہذا سیدہ واقعہ نگار نے لکھا کہ جب علی بن محمد (امام علی النقی علیہ السلام) تشریف لائے تو کسی خادم نے پردہ کے دروازے کا پردہ نہیں اٹھایا، معاً ایک تیز جھونکا آیا جس نے آپ کا استقبال کیا اور پردہ اٹھا دیا، آپ اندر داخل ہو گئے۔

جب متوکل کو بتایا گیا تو اس نے کہا کہ جب وہ باہر جانے لگے تو کیا ہوا؟ واقعہ نگار نے لکھا کہ آپ باہر نکلنے لگے تو پہلی ہوا کے مخالف ایک ہوا کا جھونکا آیا اور اس نے پردہ اٹھا دیا، آپ باہر چلے گئے۔

متوکل نے کہا، ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہوائوں کے استقبال میں پردہ اٹھایا کرے اس سے تو ان کی فضیلت لوگوں پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ لہذا تم لوگ خود پردہ اٹھا دیا کرو۔ (منقاب ابن شہر آشوب)

⑤ = اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

صالح بن سعید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، یہ سب لوگ ہر طرح یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو پریشان کریں اور اللہ کے نور کو (آپ کو) بجھا دیں یا گھٹا دیں۔ یعنی آپ کو فیروں کی سرانے میں ٹھہرایا ہے تاکہ آپ کی بیعت مسمیٰ کریں۔

آپ نے فرمایا، اے ابن سعید! مت افسوس کرو، دیکھو تمہیں ہماری صحیح صوفت نہیں ہے یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور فرمایا، ذرا ادھر تو دیکھو!

اب جو میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ہر طرف سرسبز باغات ہیں ان میں محضر حوریں ہیں، موتیوں کی طرح بڑا آب و تاب، غمان ہیں، چڑیاں چہا رہی ہیں، ہر چوڑی بھر رہی ہے، ہر ہی ہادی ہر ایک کی طرف سے گلے کیونے فرمایا، اللہ کیونے یہ انتظام ہے۔

- کلینی نے بھی حسین سے یہی روایت کی ہے۔ (اعلام الوری ۳۳۸، کافی جز اول ۳۹۱)
- محمد بن یحییٰ نے بھی صالح بن سعید سے یہی روایت کی ہے۔ (معارج الدرجات ۳۸)

⑥ = ایک مبروص کی صحتیابی

ابو الہاشم جعفری سے روایت ہے کہ: مُرْمَن رُئے کے ایک شخص کے جسم پر سفید داغ نمودار ہو گئے، اور اس کی زندگی کا لطف جاتا رہا ایک دن وہ ابو علی فہری کے پاس بیٹھا ہوا اپنا دکھ درد بیان کر رہا تھا: اُس نے کہا، تم اگر حضرت ابوالحسن علی بن محمد کی خدمت میں جاؤ اور ان سے دعا کے لیے التجا کرو تو اُمید ہے کہ یہ تمہارا مرض دور ہو جائے۔

چنانچہ ایک دن جب امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر سے واپس تشریف لارہے تھے، وہ شخص سر راہ بیٹھ گیا۔ جب اس نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو اٹھا اور چاہا کہ آپ کے قریب پہنچ جائے، آپ نے دوری سے کہا:

”قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا، قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا۔ قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا۔“

یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔ وہ شخص دور ہٹ گیا، اور اسے قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُس نے واپس آکر فہری کو سارا واقعہ سنایا۔

اُس نے کہا، یہ تو انہوں نے تمہاری التجا سے پہلے ہی دعا فرمادی۔ اب جاؤ انشاء اللہ تم صحتیاب ہو جاؤ گے۔ وہ شخص یہ گفتگو کر کے اپنے گھر واپس آیا اور سو گیا جب صبح کو بیدار ہوا تو اُس کے جسم پر برص کا نشان تک باقی رہا۔ (الخواجج والبرج)

⑦ = ایک ہندی شعبہ باز کی ہلاکت

ابو القاسم بن ابی القاسم بغدادی نے زرارہ (حاجب متوکل) سے روایت ہے کہ ہند سے ایک بے مثل و ماہر شعبہ متوکل کے دربار میں آیا۔ وہ چیزوں کے غائب کر دینے کا کرتب دکھاتا تھا۔ متوکل بھی اسی قسم کے لغویات کا بڑا شائق تھا۔ اُس نے سوچا کہ اس کے ذریعے سے علی بن محمد علیہ السلام کو نخل کرایا جائے۔

چنانچہ اس نے شعبہ باز سے کہا، اگر تم اپنے شعبہ کے ذریعے سے علی بن محمد

کو نکل کر دو تہیں تھیں ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔

اُس نے کہا: بہتر ہے۔ لیکن آپ حکم دیجیے کہ بہت باریک باریک چم پکائی جائیں، انھیں دسترخوان پر رکھ دیجیے، اور مجھے اور علی بن محمد بن رضا کو دسترخوان پر لے جائیے، پھر آپ تماشہ دیکھیے۔

متوکل نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ کو بلایا۔ آپ کے پہلو میں ایک تکیہ پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور وہ شعبہ باز اس تکیے کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ جب علی النقی علیہ السلام نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شعبہ باز نے وہ روٹی اُڑا دی۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے قہقہہ لگایا۔ حضرت علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام آگیا، آپ نے اُس تکیے پر جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، ہاتھ مار کر حکم دیا: اے شیر ہے، اس شعبہ باز کو نکلے۔

وہ شیر کی تصویر مجسم ہو گئی اور شعبہ باز پر تیزی سے بھٹ پڑا اور شعبہ باز کو چٹ کر گئی اور اپنی اصلی صورت پر آگئی۔

لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام واپس جانے لگے۔

متوکل نے آپ سے یہ درخواست کی کہ اس شعبہ باز کو واپس لے آئیے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، اب تم اُس کو کسی نہ پاس کو گئے۔ تم دشمنانِ خدا کے دوستوں پر غالب کرنا چاہتے ہو۔

یہ کہہ کر آپ وہاں سے واپس چلے آئے۔ (مختار الخزانجی و ابن

۸ = ایک اور معجزہ

داؤد بن قاسم جعفری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، حج کا ارادہ تھا، مجھ سے بھی رخصت ہوں۔ جب میں آپ سے رخصت ہونے لگا تو آپ بھی میرے ساتھ آئے۔ جب آخر حاجز پر پہنچے تو آپ سواری سے اتر پڑے، میں بھی اتر گیا۔

آپ نے اپنے ہاتھ سے زمین پر ایک دائرہ ملاحظہ کیا اور مجھ سے چچا اس دائرے میں سے جو کچھ آپ لے لیں وہی آپ کے سفر حج کے

میں کام آئے گا۔

میں نے جب اُس دائرے میں ہاتھ مارا تو سونے کا ایک ٹکڑا نکلا جس کا وزن دو سو مثقال تھا۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

۹ = ترکی سردار کے بچپن کا نام

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا خلیفہ کا سردار لشکر ادھر سے اعراب اور بدوؤں کو تلاش کرتا ہوا گذر رہا تھا۔

حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو جب اُس کے بارے میں علم ہوا تو آپ نے فرمایا: میں بھی اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔

لہذا ہم سب لوگوں آپ کے ساتھ ایک مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے کہ اتنے میں وہ ترکی سردار مع اپنے لشکر کے وہاں سے گذرے۔

جب وہ قریب آیا تو حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے ترکی زبان میں کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ سردار اپنی سواری سے اتر آیا اور آپ کے مرکب کے ٹم کو بوسہ دینے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس ترک سردار کو حلف دیکر پوچھا: یہ بتاؤ کہ انھوں نے تم سے کیا کہا تھا؟

اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نبی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں یہ نبی تو نہیں ہیں۔

اُس نے پھر کہا: انھوں نے مجھے اُس نام سے کیسے پکارا جس نام سے مجھے میرے ملک میں مجھے بچپن میں پکارا جاتا تھا۔ اور آج سے پہلے میرا یہ نام کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔

(اعلام الوری ص ۲۳)

۱۰ = اخبار العلوم

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن فتح بن خاقان نے مجھ سے کہا: متوکل نے مجھے حاکم دیا ہے کہ تم سے کچھ مال آنے والا ہے تم اُس پر نگاہ رکھو۔ جب آئے تو مجھے اطلاع دو، اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ مال کس طریقہ سے آیا ہے تاکہ میں اسے ضبط کر لوں۔

کیسے کہ میں امام علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اے ابو موسیٰ! جو اللہ کرے گا بہتر رہی کرے گا، مال آج رات کو آئے گا، تم یہیں میرے پاس سو رہو۔

جب رات کافی ہو چکی تو آپ عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے سلام پڑھ کر مجھ سے فرمایا: سنو! ایک شخص مال لیکر آگیا ہے اور میں نے خادم کو منع کر دیا ہے کہ وہ مال نہ وصول کرے۔ اب تم جاؤ اور اس سے مال وصول کر لو۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ اس شخص کے پاس ایک زنبیل ہے اور اس میں کچھ مال ہے میں نے وہ زنبیل اس سے لے لی اور سیدھا آپ کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا: اس سے جا کر کہو کہ وہ جبہ بھی تو دے جس کے متعلق تم نے کہا کہ وہ اس کی داوی رکھ گئی تھیں۔

میں اس کے پاس پھر گیا اور اس نے وہ جبہ دیا، میں اس جے کو لیکر آیا۔ آپ نے فرمایا: اس سے جا کر کہو: یہ وہ جبہ نہیں ہے، تم نے بدل کر دوسرا دیدیا ہے ہیں تو وہی جبہ چاہیے۔

میں نے جا کر اس سے کہا: اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: ہاں، میری بیٹی کو وہ جبہ پسند آگیا۔ اس لیے اس نے وہ جبہ رکھ لیا اور یہ جبہ دیدیا مٹھو میں ابھی جا کر وہ جبہ لاتا ہوں۔ میں نے واپس آکر آپ سے سب کچھ عرض کر دیا۔

آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ وہ جبہ تو تیرے کاندھے پر ہے۔ میں نے اس سے جا کر کہا: اور وہ جبہ اس کے کاندھے سے اتار لے اس نے کہا: اب تک تو مجھے ان کی امامت میں شک ہی تھا، لیکن اب مجھے یقین ہے کہ آپ ہی امام ہیں۔ (امام شیخ مفید)

• مناقب میں بھی فتح سے اسی کے مثل روایت ہے مناقب جلد ۲ ص ۳۰

⑪ = ایک ظالم حاکم سے نجات دلانا

منصور بن ابی حمزہ نے اپنے والد کے چچا سے کہا ہے اور انھوں نے یہ حدیث کافور سے لی ہے۔ امام علی النقی علیہ السلام جس موضع میں تھے وہاں آپ کے بڑوں میں چند مختلف دست کار بھی آباد تھے اور وہ ایک قریہ اور کافور وہیں یونس نقاش بھی تھا، وہ آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

ایک دن یونس کچھ خوفزدہ و سراساں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مولانا! میں آپ سے وصیت کرتا ہوں، میرے گھروالوں کا خیال رکھیے گا۔

آپ نے پوچھا: کیا بات ہے تم کیوں اس قدر پریشان ہو؟ اس نے عرض کیا: اب میرے کوچ کا وقت آگیا ہے۔

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے یونس! وہ کیسے؟

اس نے کہا کہ موسیٰ بن بعا (ترکی سردار) نے میرے پاس ایک نگینہ نقش کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ اتفاق سے ٹوٹ کر دو ہو گیا، اور کل ہی دینے کا وعدہ ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ موسیٰ بن بعا ہے، وہ مجھے یا تو ایک ہزار کوڑے لگوئے گا، یا قتل کرنے کا حکم دے گا۔

آپ نے فرمایا: غم نہ کرو، اپنے گھر جاؤ، کل جو ہوگا، وہ بہتر ہی ہوگا۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو پھر کانپتا ہوا آیا، اور بولا، مولانا! موسیٰ کا آدمی وہ نگینہ لینے کے لیے آگیا ہے، اب میں اسے کیا جواب دوں؟

آپ نے فرمایا: فکر مند نہ ہو، جاؤ انشاء اللہ بھلا ہی ہوگا۔

یونس نے کہا، مولانا! میں اس سے کیا کہوں؟

آپ مسکرائے اور فرمایا: تم جا کر تو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے، پھر جو ہوگا وہ بہتر ہوگا۔

یونس اپنے گھر گیا اور بہشتا ہوا واپس آیا، اور بولا: موسیٰ کے آدمی نے آکر کہا کہ

کنیزیں آپس میں جھگڑا کر رہی ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ اس نگینہ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دو، تاکہ جھگڑا

ہی ختم ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یا الہی تیرا شک گزار ہوں کہ تو نے ہمیں اپنے شکر گزار

بندوں میں قرار دیا، اے یونس! یہ بتاؤ کہ تم نے اس سے کیا کہا؟

یونس نے کہا، میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ اچھا، پھر مجھے اس کے لیے مزید

وقت درکار ہوگا۔

آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک جواب دیا۔ (امام شیخ مفید)

⑫ = منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام

کافور خادم سے روایت ہے کہ

ایک دن حضرت علی بن محمد (امام علی النقی علیہ السلام) نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں فلاں

مقام پر پانی ہے بھر کر میرے وضو کے لیے رکھ دینا۔

پھر آپ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا۔ اور فرمایا، پہلے یہ کام کرو پھر پانی رکھ دینا، تاکہ جب میں نماز کے لیے وضو کرنا چاہوں تو پانی موجود ہو۔

یہ فرما کر آپ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور میں پانی رکھنا بھول گیا، سردی کی رات تھی، جب میں نے محسوس کیا کہ آپ نماز کے لیے اٹھے ہیں تو مجھے یاد آیا کہ لوٹے میں پانی میں نے رکھا ہی نہیں۔ اس لیے ڈر کے مارے کہ آپ خفا ہوں گے، میں وہاں سے دور ہٹ گیا، مگر اس کا دکھ ضرور تھا کہ آقا کو لوٹا تلاش کرنے میں زحمت ہوگی۔

اتنے میں آپ نے مجھے عقد میں آواز دی: میں نے دل میں کہا، انا بندہ الباشم! آپ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا، سوئے اس کے کہ یہ کہہ دوں کہ میں بھول گیا، اور فریسا گئے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہذا گردن جھکائے ہوئے سامنے گیا۔

آپ نے فرمایا، تجھ پر وائے ہو تجھے میرا ستور معلوم نہیں کہ میں ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں، پھر تو نے گرم پانی لوٹے میں بھر کر کیوں رکھ دیا؟

میں نے عرض کیا، آقا! میں نے نہ لوٹا رکھا اور نہ پانی۔

آپ نے فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دم قدم پر اپنی آسانیوں سے نوازا ہے، اور شکر ہے اُس اللہ کا جس نے مجھے اپنی اطاعت کرنے والوں میں شمار کیا، اپنی عطا فرمائی اور میری مدد فرمائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اُس شخص سے نالارض ہوتا ہے جو اُس کی دی ہوئی آسانی قبول نہ کرے۔

(امالی شیخ ۱) - (مناقب جلد ۴ ص ۱۲۱) (مرسل روایت ہے)

۱۳ = تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے

ابوالہاشم جعفری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شدید تنگدستی میں مبتلا ہوا۔ لہذا، میں حضرت ابوالحسن امام علی نقیؑ کے پاس گیا۔ آپ نے مجھے حاضری کی اجازت دی۔ جب میں جا کر بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوالہاشم! (تمہیں اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہیں) تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کرو گے۔

یہ سن کر میں آپ کی طرف متوجہ ہوا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا عرض کروں۔ پھر آپ ہی نے فرمایا، دیکھو! اللہ نے تمہیں ایمان کا رزق دیا، جس کی وجہ سے تمہارا جسم پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی، اللہ نے تمہیں تندستی کی روزی دی، جس سے تم اس قابل ہو کہ

اُس کی اطاعت کرو۔ تمہیں قناعت عطا کی جس سے تم سفلیں سے محفوظ رہے۔ اے ابوالہاشم! میں نے تم سے یہ پہلے ہی کہہ دیا، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی تنگدستی کی شکایت کرنے کے لیے آئے ہو۔ جاؤ، میں نے تمہیں سودینا دے دیے جانے کا حکم دے دیا ہے انھیں لیلو۔ (امالی شیخ صدوق ص ۱۲۱)

۱۴ = سرمن رائے کے اُجڑنے کی پیشگوئی

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے ایک دن حضرت امام علی نقیؑ سلام نے فرمایا اے ابوسی! تجھے سرمن رائے میں جبریہ بھیجا گیا تھا، مگر اب یہاں سے نکالا جاؤں گا تو جبریہ ہی نکالا جاؤں گا۔

میں نے عرض کیا، آقا! یہ کیوں؟

آپ نے فرمایا کہ یہاں کی ہوا صاف ستھری، پانی شیریں ہے یہاں پر انسان کم بمیسا پڑتا ہے۔

پھر فرمایا، مگر یہ سرمن رائے اُجڑ جائے گا، اور ایسا اُجڑے گا کہ یہاں مسافروں کے لیے چند سرائے اور چند دکانیں ہی باقی رہ جائیں گی، اور اس کے اُجڑنے کی علامت یہ ہے کہ میری موت کے بعد میرے روحے میں عمارتیں تعمیر ہونے لگیں گی۔ (مناقب جلد ۶ ص ۱۲۱)

۱۵ = حق بقدر رسید

ابوعلی بن راشد کا بیان ہے کہ امام تک پہنچنے کے لیے میرے پاس کچھ مال آیا، تو آپ کا آدمی پہنچا اور قیل اس کے کہ میں اپنے رجسٹر میں دیکھ کر وہ مال اُس کے حوالے کروں، اُس نے خود ایک رجسٹر پیش کر دیا۔ میں نے گھر میں ادھر ادھر بہت تلاش کیا، مگر وہ رجسٹر مجھے نہ مل سکا، تاکہ دونوں رجسٹروں سے مقابلہ کر کے تصدیق ہو جائے، تلاشِ بسیار کے بعد مجھے وہ رجسٹر نہ دستیاب ہوا اور میں نے اُس آدمی کو لوہنی والیں کر دیا۔ جب آپ کا آدمی چلا گیا تو مجھے خیال آیا کہ ذرا سامان کے بندلوں میں تو دیکھوں اس میں دیکھا تو وہ رجسٹر مل گیا۔ اب میں نے دونوں کو سلنے رکھ کر مقابلہ کیا تو سرسورق فرق نہ پایا، اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا مطالبہ صحیح تھا۔ میں نے فہرست کے مطابق وہ مال آپ کو پہنچا دیا۔ (بعض روایات ص ۱۲۱)

محمد بن فرج کا بیان ہے کہ حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ اپنے تمام معاملات سے فارغ ہو کر محتاط ہو کر محمد بن فرج کہتا ہے کہ میں نے اپنے سارے معاملات سے توفراغت حاصل کر لی مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کے اس لکھنے کا مطلب کیا ہے۔ ناگاہ ایک شاہی فرستادہ آگیا اور وہ مجھے مصر سے قید کر کے اور زنجیروں میں کرے گیا اور میری تمام اطاک ضبط کر لی۔

میں آٹھ سال تک قید خانے میں رہا۔ میں ابھی قید خانے ہی میں تھا کہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام کا ایک دوسرا خط ملا جس میں تحریر تھا کہ غریب جانب قیام نہ کرنا۔ میں نے خط پڑھ کر دل میں کہا کہ آپ مجھے یہ لکھ رہے ہیں، درآنحالیہ میں ہوں کہیں قیام کرنے کا سوال ہی کیا ہے۔

پھر چند ہی دن کے بعد مجھے قید سے رہائی مل گئی۔ جب عراق واپس ہوا تو آپ کی طرف کے مطابق بغداد میں قیام نہیں کیا، بلکہ سرمن رائے چلا گیا۔

وہاں سے میں نے آپ کو خط لکھا کہ دعا فرمائیے میری ملکیت مجھے واپس ملے۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کچھ دنوں میں تمہاری ملکیت تمہیں مل جائے گی لیکن اگر یہ لوگ تمہیں واپس بھی نہ کریں تو پھر بھی تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

علی بن محمد نوفل کا بیان ہے کہ محمد بن فرج جب عسکر منتقل ہوا تو اس نے خط لکھا کہ میری ضبط شدہ جائیداد بھی مجھے واپس ملنے کی دعا فرمائیے مگر خط پہنچنے سے پہلے وہ انتقال کر گیا۔ (ارشاد ص ۳۳) کافی جلد منتقل ہوا۔

• اعلام الوری میں بھی محمد بن فرج سے اسی کے مثل روایت ہے۔
• ابوالقاسم بغدادی نے زرارہ سے روایت کی۔ ایک مرتبہ متوکل کا ارادہ ہوا کہ کے دن حضرت علی بن محمد بن رضا علیہ السلام پا پیادہ آئیں۔

اس کے وزیر نے اسے سمجھا یا کہ یہ آپ کے لیے برا ہوگا اور آپ بدنام ہو جائیں گے اس نے کہا کچھ بھی ہو یہ تو کرنا ہی ہے۔

وزیر نے کہا، اگر یہ امر انتہائی ضروری ہے تو پھر آپ یہ حکم جاری کریں کہ سارے سردار و اشراف مجھ یا معاہدہ آئیں تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ آپ کا یہ حکم صرف علی بن محمد بن رضا

کے لیے ہے کسی اور کے لیے نہیں۔ اس نے ایسا ہی کیا اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام مجبوراً پا پیادہ چلے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا، دہلیز تک پہنچتے پہنچتے آپ پسینہ میں تر ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً بڑھ کر آپ کو ڈیوڑھی ہی میں بٹھالیا، رومال سے آپ کے چہرے کا پسینہ صاف کیا، اور عرض کیا کہ آپ کے ابن عم کا مقصد یہی تھا کہ صرف آپ کو پا پیادہ چلائے۔

آپ نے فرمایا، خاموش ہو رہو۔ "تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعَدٌ غَيْرُ مَكْنٍ وَبِ" (سورہ ہود آیت ۶۵) یعنی: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک اور مزے اڑالو یہ وعدہ (وہ) ہے جو جوڑنا نہیں ہوگا۔)

زرارہ کا بیان ہے کہ میرے یہاں ایک شیعہ استاد تھا، میں اس سے اکثر مزاج کیا کرتا تھا اور اسے رافضی کہہ کر پکارا کرتا تھا۔

ایک دن جب میں اپنے گھر واپس آیا تو عشاء کا وقت ہو چکا تھا، میں نے اسے آواز دی، اے رافضی! ادا دھرا، میں تجھے ایک بات سناؤں جو میں نے تیرے امم سے آج ہی سنی ہے۔ اس نے کہا، تم نے کیا سنا ہے؟

میں نے وہ آیت جو امام علیہ السلام نے پڑھی تھی سنائی۔ معلم نے کہا، دیکھ اب میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، میری بات مان لے۔

میں نے کہا، بتا، کیا کہنا چاہتا ہے؟ معلم نے کہا، جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اگر واقعاً حضرت امام علی النقی علیہ السلام ہی فرمایا ہے تو تو اپنے تحفظ کی فکر کر، اور اپنا مال واسباب کہیں اور منتقل کر دے، اس لیے کہ متوکل تین دن کے بعد مر جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سن کر مجھے غصہ آگیا، میں نے اسے گالیاں سنائیں اور اپنے پاس سے نکال دیا۔ مگر تنہائی میں سوچا تو دل نے کہا۔ اس امر میں اگر احتیاط اپنا تحفظ کر لیا جائے تو ہرج ہی کیا ہے اگر کچھ رونما ہوا تو میں محفوظ رہوں گا اور اگر کچھ نہیں ہوا تو اس احتیاط سے میرا کوئی نقصان بھی نہیں۔

یہ سوچ کر میں نے سواری لی اور متوکل کے گھر گیا، اور وہاں جو کچھ میرا سامان رکھا ہوا تھا سب اٹھا لیا، پھر وہ اور اپنے گھر کا سارا سامان اپنے قابل اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا، صرف ایک چٹائی اپنے بیٹے بیٹھنے کے لیے رہنے دیا۔

کے انڈوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟
جب ہم آپ کے بیت الشرف پر پہنچے تو سارا سامان ایک کینز کے حوالے کر دیا،
اتنے میں خلیفہ وقت کا آدمی آگیا: آپ سواری پر سوار ہونے کے لیے چلے گئے۔ اور ہم واپس ہوئے۔
آپ سے کوئی مسئلہ ہی نہ پوچھ سکے۔ جب ہم لوگ شاہراہ پر پہنچے تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی
سواری پر سوار ہو کر ہمارے پاس پہنچے اور میرے ایک ہمسفر سے بطنی زبان میں فرمایا:
اس شخص کو بھی میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ فلاں چڑیا کا انڈا نہ کھانا وہ مسوخت
میں سے ہے۔

روایت ہے کہ اہل مدائن میں سے ایک شخص نے آپ کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ:
متوکل کی حکومت اب کتنے دنوں تک باقی رہے گی؟

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأْبًا
فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سَبِيلِهِ الْإِقْبَلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ ثُمَّ
يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا
ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ
وَيَخْلَوُ الْعَصْرُونَ (سورہ یوسف ۲۷-۲۸-۲۹)

ترجمہ: اس نے کہا، (یوسفؑ نے کہا) کہ تم لوگ سات برس تک متواتر کاشت کرتے رہو گے۔ اس
(دمت) کے دوران جو فصل تم کاٹو گے اُسے بالیوں میں ہی رہنے دینا۔ سولے تھوڑی سی (فصل) کے
جسے تم خود کھا سکو۔ پھر اس کے بعد سات برس بڑے سخت (فصل سال کے) آئیں گے، کہ جو کچھ ان (سالیوں)
کے لیے تم نے جمع کر رکھا ہوگا، سب کھا یا جائے گا، سولے قدرے قلیل کے جو تم (بیج کیلئے) بچا سکو گے
پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارشیں ہوں گی جس میں وہ (پھلوں
کا) رس خوب پھوڑیں گے۔

چنانچہ پندرہویں دن کی ابتداء ہی میں متوکل قتل کر دیا گیا۔

احمد بن محمد الاودی کا بیان ہے کہ میں ایک مسجد جامع میں نماز ظہر ادا کرنے گیا۔
جب نماز پڑھ چکا تو دیکھا کہ حرب بن حسن طمان اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی
ہے۔ میں ان کی طرف بڑھا، ان کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اس مجمع میں حسن بن سماعہ بھی تھا وہاں ہر
حسن بن علی کا تذکرہ ہوا اور یہ کہ ان پر کیا گزری۔ اس کے بعد زید بن علی کا ذکر آیا کہ ان پر کیا گزری۔
اسی مجمع میں ایک اجنبی شخص بھی تھا جسے ہم پہچانتے نہ تھے، اُس نے کہا: اے قوم! ہمارے یہاں

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں دسترخوان بچھا دیا گیا اور چن دیا گیا۔
جھفر نے کہا: اب اس کے کھانا کھانے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ آپ کی بات
جھوٹی ثابت ہو جائے گی۔

مگر مجھذا، ادھر اُس نے ہاتھ دھو کر کھانے کی طرف بڑھایا، ادھر اُس کے غلام نے
خبر دی کہ جلدی چلیے، آپ کی والدہ بام خانہ سے نیچے گر کر مر گئیں۔

جھفر نے کہا: خدا کی قسم، اب اس واقعہ کے بعد تو میں توقع نہ کروں گا اور آپ
امامت کا معترف ہو جاؤں گا۔ اور آپ ہی کے حلقہ اثر اور محبوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

(اعلام الوری ص ۳۲)

مناقب میں بھی سعید بن سہیل سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۱۱۱ و ۱۱۲)

مشارق الانوار میں محمد بن داؤد اور محمد بن داؤد سے روایت ہے کہ تم اور اس
اطراف سے جو مال خمس، نذر، تحفے و جواہرات وغیرہ جمع ہوئے تھے وہ ہم لوگوں نے ایک اونٹ
بار کیے اور انھیں اپنے آقا و سید حضرت ابوالحسن ہادی (امام علی نقی علیہ السلام) کی خدمت
میں پہنچانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کا آدمی ملا۔

اُس نے کہا: اے سیکر واپس جاؤ یہ وقت ان سب چیزوں کے وصول کرنے کا
ہم لوگ مجبوراً تم واپس ہوئے اور ساری چیزیں احتیاط سے رکھ دیں۔ چند دنوں
بعد آپ کا حکم آیا کہ میں نے تمہارے پاس ایک اونٹ بھیجا ہے اس پر سارا سامان بار کر کے
راوی کا بیان ہے کہ ہم نے حکم امام کے بموجب تمام سامان اس اونٹ پر بار کر
اسے خدا کے سپرد کر کے وہاں پہنچا دیا۔

اس کے بعد جب ہم آپ کی زیارت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
آپ نے فرمایا: دیکھو! تمہارا بھیجا ہوا تمام مال ہمارے پاس بحفاظت پہنچ گیا
پھر آپ نے ہمیں وہ مال دکھایا، تو ہم نے پہچان کر اعتراف کر لیا کہ یہی وہ مال
ہم نے آپ کے فرستادہ اونٹ پر بار کیا تھا۔

اہل نہرین کے ایک بزرگ حسن بن اسماعیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارے
رشتہ دار دو دنوں کوئی شے لے کر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں جانے کی تیاری کر
تھے کہ میرے گاؤں کے ایک شخص نے ایک پرچہ دیا اور آپ تک پہنچانے کے لیے کچھ تحائف
نیز کہا، کہ مولا کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور دریافت کرنا کہ فلاں چڑیا جو حجابوں میں

ایک شخص ڈرتا، کانپتا ہوا آیا اور بولا: آپ لوگوں کی محبت کے جرم میں میرا لڑکا پکڑ لیا گیا، اور آج شب اس کو فلاں پہاڑی کے اوپر لیجا کر نیچے پھینکیں گے اور جب وہ مرجائے گا تو اسی پہاڑی کے نیچے دفن کر دیں گے۔

آپ نے فرمایا: پھر تم کیا چاہتے ہو؟
اس نے عرض کیا: وہی جو ماں باپ چاہتے ہیں۔
آپ نے فرمایا: جا فکر نہ کر تیرا لڑکا کل واپس آجائے گا۔
دوسرے دن صبح کے وقت اُس کا لڑکا گھر واپس آگیا۔

باپ نے پوچھا: بیٹے! تجھ پر کیا گزری؟
اُس نے کہا: دشمنوں نے قبر کھود لی تھی، میرے ہاتھوں پاؤں باندھ دیے تھے
مجھے پہاڑی کے اوپر سے پھینکنے ہی والے تھے کہ ایک طرف سے دس پاک و طیب ہستیاں نمود
ہوئیں اور مجھ سے پوچھا۔

اے لڑکے! تو کیوں روتا ہے؟
میں نے اُن سے تمام روروا بیان کر دی۔
اُنھوں نے کہا: اگر تو یہاں سے چھوٹ جائے تو روضہ نبوی پر زیارت کو جائے
میں نے عرض کیا: جی ہاں ضرور حاضری دوں گا۔
اُنھوں نے، اُس حاجب و نگراں کو جو میرے درپے آزار تھا پکڑ کر پہاڑی سے
ایسا پھینکا کہ اُس کے چھینے، چلانے کی آواز بھی کسی نے نہ سنی۔ پھر وہ لوگ مجھے آپ کے پاس
لے آئے اور وہ باہر کھڑے ہوئے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ لڑکا باپ سے رخصت ہوا اور چلا گیا۔ اُس کا باپ امام علیؑ کی خدمت میں آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ اُس کی بات سنتے جلتے اور مسکراتے جاتے
اور فرماتے کہ وہ لوگ وہ باتیں نہیں جانتے جنہیں ہم جانتے ہیں۔ (منقب جلد ۴ ص ۱۷۱)
کتاب دلائل حمیری میں حسن بن علی و شمار سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالمکارمؑ
کی کنیز ام محمد جو مقام حیر میں حسن بن موسیٰ کے ساتھ رہتی تھی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ
مکنتی میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام آئے اور اُم ایہا بنت موسیٰ کی آغوش میں بیٹھ گئے
اُنھوں نے پوچھا کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا: بخدا! ابھی ابھی میرے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔
اُنھوں نے کہا: نہیں نہیں ایسی بات منہ سے نہیں نکالا کرتے۔

الحمد للہ

آپ نے فرمایا: میں نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔
ہم لوگوں نے اسی دن خط بھیجا تو بات سچی تھی، اُسی روز حضرت ابو جعفرؑ نے
وفات پائی تھی۔

متوکل نے عتاب بن ابی عتاب کو مدینہ بھیجا، تاکہ وہ علی بن محمد یعنی حضرت امام
علی النقی علیہ السلام کو لپک کر سرمن لائے آئے۔ شیعوں میں چرچا تھا کہ حضرت امام علی النقیؑ
علم غیب کے عالم ہیں۔ مگر عتاب کے دل میں کچھ شک تھا۔ جب مدینہ سے چلے تو آپ نے
بیادہ (برساتی) پہن لیا، حالانکہ اُس وقت آسمان ابر سے بالکل صاف و شفاف تھا، مگر
تھوڑی ہی دیر کے بعد ابر چھا گیا اور بارش ہونے لگی۔

عتاب نے کہا: یہ (آپ کے علم غیب کی) پہلی نشانی ہے۔
جب آپ شط قاطول پر پہنچے تو دیکھا کہ عتاب کچھ فکروں میں ہے۔

آپ نے فرمایا: اے ابواحمد! کیا بات ہے؟
اُس نے کہا: میں نے اپنی حاجات امیر المومنین سے طلب کی ہیں (دیکھیں کیا ہوتا ہے)
آپ نے فرمایا: تیری تمام حاجات پوری ہوں گی (فکر نہ کر)
تھوڑی دیر کے بعد آدمی پہنچا، اُس نے خوشخبری دی کہ:
اے عتاب! تیری ساری حاجتیں پوری ہو گئیں۔

عتاب نے آپ سے عرض کیا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ علم غیب کے حامل ہیں، اُس کی
دو نشانیاں تو میرے سامنے ظاہر ہو گئیں۔ (منقب جلد ۴ ص ۱۷۱)

①۷ = علم مافی الضمیر

محمد بن حسین بن مصعب مدائنی نے ایک مرتبہ
آپ کو خط لکھا اور شیشہ پر سجدہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اُس کا بیان ہے، جب میں خط
لکھ چکا تو دل نے کہا: یہ بھی تو زمین ہی کی پیداوار ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ جو چیز زمین سے پیدا ہو
اُس پر سجدہ جائز ہے۔

آپ نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا: شیشہ پر سجدہ نہ کرو۔ اگرچہ تمہارا دل یہ کہتا
ہے کہ یہ زمین ہی کی پیداوار ہے، مگر یہ ریت اور نمک ہے اور نمک شورہ ہے (کشف الغم ۲)
علی بن محمد نوفلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام
علی النقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ عظم بہتر ہے، میں

ہو سکتی ہے جبکہ اُس ربّ جلیل نے آپ کو اپنے اسم کا قرین (ساتھی) بنایا، اور اپنی عطامیں آپ کو شریک کیا، جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا، اُس کی اطاعت کی جزا وہ اُسے ضرور رعایت فرمائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی عطامیں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: **وَمَا تَقْضُوا إِلَّا الْآنَ عَنْهُمْ** اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورۃ برأت آیت ۴۷) ترجمہ: (اور انہوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسول نے انہیں غنا کر اپنے فضل سے۔)

اور اپنے رسول کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنم کے مختلف طبقات میں عذاب پائیں گے۔ **"يَلْبِثْنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ"** (سورۃ الاحزاب آیت ۶۶)

ترجمہ: (کاش، ہم نے اللہ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔) پھر ان لوگوں کی بھی کئی حقیقت کہے بیان ہو سکتی ہے جن کی اطاعت کو اللہ رسول کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے: **"أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ"** (سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) ان کی جو تم میں صاحب الامر ہیں) نیز فرمایا: **"وَتَوَرَّادُوا إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّكَ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَ مِنْهُمْ ط (سورۃ النساء آیت ۵۹)** ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسول کے اور اپنے میں سے صاحبان امر کے سامنے پیش کر دیتے ان میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت جان لیتے۔) پھر فرمایا: **"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا وَالْأَمْنَةَ إِلَى أَهْلِهَا"** (سورۃ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیا کرو) نیز فرمایا: **"فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"** (سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے) اے فتح! جس طرح ربّ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول جلیل

نہ اولاد بتول (جناب فاطمہ کی اولاد کا) کا، اسی طرح اُس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہو سکتا جو ہمارے امرا ممت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبی افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیوں سے افضل ہیں اور ہم میں سے جو وہی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرم ہے۔ ان دونوں ہزاروں کے اسماء افضل اسماء اور ان کی کثیت تمام کثیتوں سے افضل و بہتر ہے۔ سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے ترویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر بٹھاتے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ تواضع سب سے زیادہ حلیم سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سید و کرد اللہم یرحمہم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ ان کی موت کی طرح تمہیں موت دے گا، اور ان کی زندگی کی طرح تمہیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپ کے پاس تک پہنچنے کی کوشش کی، پہنچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا۔ میں نے عرض کیا، فرزند رسول! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہر صورت مجھے احتیاط ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمہارے سوال کا جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا سنا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سننے سننے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلم و رشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، ان دونوں کو نصیحت پر مامور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمہارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالم (الہیت) چاہے تو بتا دے، اس لیے کہ جو علم رسول اللہ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اس لیے کہ اللہ اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہذا جو کچھ رسول کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور وہ چیز جس کا علم رسول کو ہے، رسول کے اوصیاء کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین و آسمان خالی نہ رہے اور اس کا علم اُس کے قول کی تصدیق و جواز عدالت پر دلیل ہے۔

اے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمہیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

سرمن رائے میں ایک مرد علوی ہے جو مدینہ کا رہنے والا ہے وہ یا تو ساحر ہے یا کاہن ہے
ابن سماعہ نے کہا، یہ تم کس کا ذکر کرتے ہو؟
اُس نے کہا، یہ مثلی بن محمد بن رضا کا ذکر ہے۔

لوگوں نے پوچھا، تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ساحر یا کاہن ہیں؟
اُس نے کہا، سنو! ایک مرتبہ ہم چند لوگ اُن کے دروازے پر اُن کے ساتھ
ہوئے تھے، وہ سرمن رائے میں ہمارے پڑوسی تھے اُن کے پاس عموماً عشاء کے وقت بیٹھا
اور اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے مصروف گفتگو تھے کہ اُدھر سے بادشاہ کا
مجلسرہ کا ایک افسر گذرا اس کے ساتھ اور بھی بہت سے سردار اور نوکر جا کر تھے۔
جب علی بن محمد نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو اُس کی طرف بڑھے، اُسے سلام کیا
اور اس کا اکرام کیا۔

جب وہ چلا گیا، تو لوہے؛ یہ اس وقت تو اپنے جاہ و خیم کو دیکھ کر بہت خوش
مگر کل ہی نماز سے پہلے دفن ہو جائے گا۔
پس نہ کہیں بڑا تعجب ہوا، اُن کے پاس سے اُٹھ کر ہم نے کہا، یہ تو علم غیب ہے
ہم تین آدمیوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جو کچھ انھوں نے کہاہے، اگر اس کے مطابق نہ ہو تو ہم ان ہی کو
کرنے ان سے چھٹکارہ حاصل کر لیں گے۔

الغرض، میں اپنے گھر پر تھا اور ابھی نماز صبح سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ شور و غل کی
آواز سنی۔ دروازے پر گیا تو میں نے دیکھا کہ فوجیوں اور دوسرے لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور وہ
لوگ کہہ رہے ہیں فلاں سردار گذشتہ شب کو شراب کے نشے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا تھا کہ قدم
لڑکھوائے زمین پر گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

میں نے کہا، آتشہد ان لا الہ الا اللہ۔ پھر گھر سے نکلا، تو دیکھا کہ
واقعاً ابوالحسن کا کہنا سچ ہو گیا، وہ شخص مرا ہوا پڑا تھا اُسے دفن کر کے اپنے گھر واپس آیا۔
یہ واقعہ سن کر ہم سب لوگوں کو تعجب ہوا۔

(رجال نجاشی ص ۳۳)

بازر کا علم

علی بن یقین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مرد
معتزلی تھا میرے پاس حضرت ابوالحسن علی بن محمد کے واقعات پہنچتے تھے اور میں ہمیشہ اُن
کا مذاق اڑاتا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ مجھے خلیفہ سے ملنے کے لیے سرمن رائے جانا پڑا جب خلیفہ

کے اجلاس عام کا دن آیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ میدان میں چلیں۔
دوسرے دن سب لوگ اپنی اپنی سواروں پر چلے گئے۔ گری کے باریک کپڑے پہنے
ہوئے ہر ایک کے ہاتھ میں پنکھا تھا۔ اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے جاڑے کا لباس پہن
رکھا تھا، لبادہ اور برساتی قمی اور اپنے گھوڑے کی دم بھی باندھ رکھی تھی جسے دیکھ کر لوگ ہنس رہے
تھے آپ نے فرمایا: **اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ الْاَوَّلُ الْاَوَّلُ الْاَوَّلُ الْاَوَّلُ الْاَوَّلُ** ۵
(سورہ ہود آیت ۸۱)

ترجمہ: ”بیشک اُن کے طے شدہ وعدہ (عذاب) کا وقت صبح (سویرے) ہے۔ کیا صبح کا وقت
قریب نہیں ہے؟“

جب سب لوگ صحرائیں پہنچے اور شہر کی حدود سے نکل گئے تو ایک طرف سے
بارل اٹھا اور ہر طرف گھنگھور گھٹا چھا گئی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، سواروں کے پاؤں
گھٹنوں تک زمین میں دھنسنے لگے، گھوڑوں کی حرکت کی وجہ سے اُن کے سوار کچھ پیٹ لٹ پٹ
ہو گئے تو سب لوگ بڑے جالوں والے ہوئے مگر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو کوئی زحمت نہ
اٹھانی پڑی۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس راز سے قبل از وقت آگاہ فرما دیا تھا، یقیناً آپ
ہی اللہ کی طرف سے ہم سب پر رحمت ہیں۔

اس کے بعد آپ ایک سائبان میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ برساتی آواز کر تین تہہ کر کے زین
پر رکھ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اگر یہ جلال جالور کے چڑے کی بنی ہوئی ہو تو نماز اس میں جائز ہے اور اگر حرام جالور کے
چڑے کی بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

میں نے عرض کیا، آپ نے سچ فرمایا۔
پھر میں آپ کے فغل و شرف کا قائل ہو کر آپ کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔

(۲۰) ————— علیہ منایا

خیران اسباطی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت
امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے پوچھا، واقعہ کیسا ہے؟
میں نے کہا، ٹھیک ہے۔

آپؐ نے فرمایا، جعفر کا کیا حال ہے؟
میں نے عرض کیا، جب میں چلا تھا تو وہ قید خانے میں بُرے حال میں تھے۔
آپؐ نے دریافت فرمایا، اور ابن زیات کس حال میں ہے؟
میں نے عرض کیا، وہ بھی اپنے کام دھام میں لگا ہوا ہے۔ میں دس دن پہلے
سے چلا تھا۔

آپؐ نے فرمایا، اچھا سنو، دانش مرگیا ہے اور اُس کی جگہ متوکل جعفر بیٹھ گیا۔
اور ابن زیات قتل ہو چکا ہے۔

میں نے عرض کیا، یہ سب کب ہو گیا؟
آپؐ نے فرمایا، تمہارے وہاں سے چلنے کے چھ روز بعد۔
پھر ان سب باتوں کی تصدیق ہو گئی، جو آپؐ نے فرمائی تھیں۔

(ارشاد صفحہ ۲۰۹۔ مناقب جلد ۲، صفحہ ۱۰۹، کافی جلد ۱، صفحہ ۲۹۵)

• علی بن جعفر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالمحسن
علیہ السلام سے پوچھا، ہم میں سب سے زیادہ دین سے محبت کرنے والا کون ہے؟
آپؐ نے ارشاد فرمایا، جو اپنے امام سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو۔
یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں آگے بڑھ کر آپؐ نے فرمایا:
”اے علی، سنو، متوکل مرینہ کے درمیان ایک مکان کی تعمیر کر رہا ہے، مگر وہ
کو مکمل نہ کر سکے گا، اور دورانِ تعمیر ترکی کے ایک فرعون کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا۔“

(۲۱) = زیرِ مسئلہ جوابِ مسئلہ

محمد بن فرج سے روایت ہے ان کا بیان
کہ حضرت علی بن محمد علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی تم کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو
ایک کاغذ پر لکھو اور اس کو اپنے منہ کے نیچے رکھ دو کچھ دیر بعد اس کا اٹھاؤ اور دیکھو، تمہارے
سوال کا جواب مل جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسئلے کا جواب لکھا ہوا پایا؛
(الخروج والبراج)

• ابو یعقوب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابوالمحسن امام علی بن ابی طالب علیہ السلام
کا ہاتھ لکھ کر (مذکر) لکھنے کے لئے ساتھ لے جانا چاہتا تھا، لیکن آپؐ آگے نہ بڑھے،

ابن خضیب نے اصرار کیا۔

آپؐ نے فرمایا، نہیں تم مقدم ہو۔
اس بات کو کہہ ہوئے ابھی چاروں ہوئے تھے کہ اُس کے پاؤں میں رسی پڑ گئی اور
وہ قتل کر دیا گیا۔
(اعلام الوری صفحہ ۲۲۳)

• اس سے قبل ابن خضیب نے حضرت ابوالمحسن علیہ السلام پر بڑا دباؤ ڈالا تھا کہ جس گھر
میں آپؐ رہتے ہیں وہ مجھے دیدیں اور آپؐ وہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائیں۔
حضرت ابوالمحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا، اچھا اس گھر کے ساتھ اللہ تجھے ایسا
بھانے لگا کہ اٹھ دے سکے گا۔

چنانچہ ان ہی آیات میں اللہ نے اس کی ایسی گرفت کی کہ وہ قتل ہو گیا۔
(مختار الخراج والبراج صفحہ ۲۳۸)

• اعلام الوری اور کتاب الارشاد میں بھی ابی یعقوب سے اسی قسم کی روایت ہے۔
(اعلام الوری صفحہ ۲۲۲، الارشاد صفحہ ۳۱)

(۲۲) = دعائے قبولِ حاجات

منعصری نے اپنے باپ کے چچا سے روایت
کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور
عرض کیا، مولانا، اس شخص نے مجھے بالکل مجبور کر دیا ہے، روزی کے سارے ذرائع منقطع کر دیے ہیں
اور یہ سب آپؐ کے دامن سے متکثر ہونے کی وجہ سے ہے۔

آپؐ نے فرمایا، فکر نہ کرو، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔
یہ تو دن کا واقعہ تھا، لیکن جب شب نمودار ہو کر پھیل گئی تو متوکل کے فرستادہ نے
میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور اُس کے پیچھے دوسرا فرستادہ بھی آ پہنچا، میں باہر نکلا تو دیکھا
کہ توح بن خاقان دروازے پر کھڑا ہے۔
اس نے کہا کہ اس رات کی تاریکی میں تمہارے گھر کبھی نہ آتا مگر اس شخص نے تاکید
کی کہ ابھی جاؤ اور اسے ملاؤ۔

میں گیا تو دیکھا کہ متوکل اپنے بستر پر دراز ہے۔
اُس نے مجھے دیکھتے ہی کہا، اے ابو موسیٰ! ہمیں تمہارا خیال ہی نہ رہا، بالکل ہی ذہن سے
محور ہو گئے، یہ بتاؤ کہ ہمارے ذمہ تمہارا کیا مافی ہے؟

میں نے کہا، فلاں اُجرت اور فلاں روزیہ فلاں چیز اور فلاں چیز وغیرہ وغیرہ میں نے سب بیان کر دیا۔

اُس نے حکم دیا کہ ابھی ابھی اس کو سب کچھ جو ہم پر واجب الادا ہے دیدیا جائے، بلکہ اُجرت وغیرہ سے دوگنا دیا جائے۔

میں نے فتح سے پوچھا، آخر کیا بات ہے اس قدر کم گسٹری اور مہربانی یوں ہو رہی کیا حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اگر سفارش فرمائی ہے؟

اُس نے کہا، نہیں۔ میں نے پوچھا، کیا اُن کا کوئی خط آیا تھا۔؟

اُس نے کہا، نہیں۔ اب جب میں وہاں سے چلا تو فتح میرے پیچھے پیچھے آیا اور بولا:

مجھے یقین ہے کہ تم نے اُن سے دعا کی درخواست کی ہوگی جس کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا اب تم میرے لیے بھی اُن سے دعا کے لیے کہہ دو۔

پھر میں خوش خوشی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، کیوں ابو موسیٰ اب تو خوش ہو؟

میں نے عرض کیا، آقا یہ آپ ہی کی برکت ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے میری سفارش فرمائی یا کوئی خط وغیرہ اُن کے پاس بھیجا جس کی بنا پر وہ اس قدر مہربان ہو گیا۔

آپ نے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی تمام تر مہمت میں بس اللہ تعالیٰ ہی کی مدد و رجوع کیا کرتے ہیں اور اُمی پر بھروسہ کرتے ہیں جب بھی کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو وہ اسے قبول فرماتا اور جب کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے عرض پرداز ہوتے ہیں تو وہ اُس کو ٹال دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ فتح نے مجھ سے اپنی سفارش کے لیے درخواست کی ہے کہ آپ دعا فرمادیں تاکہ مشکل حل ہو جائے۔

آپ نے فرمایا، تم اُسے نہیں جانتے، وہ بظاہر ہمارا دوست دار بہنشاہے مگر باطنی طور پر وہ ہم سے کنارہ کش رہتا ہے۔ دعا اُس کے لیے کی جاتی ہے جو اللہ کی اطاعت میں مخلص ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم اہل بیت کے حق کا اعتراف کرتا ہوں۔ دیکھو، میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے وہ دعا قبول فرمائی۔

میں نے عرض کیا، مولا، آپ اُن دعاؤں میں سے جو آپ کی مخصوص دعا ہے مجھے تعلیم فرمادیں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ دعا میں اکثر بوقت حاجات پڑھا کرتا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی مرد مومن اس دعا کو میری قبر پر پڑھے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد واپس نہ ہو۔ وہ دعا یہ ہے:

يَا عَدَدِّي عِنْدَ الْعَدَدِ وَيَا سَرَّجَانِي وَالْمُعْتَدِ وَيَا كَهْفِي وَ
السَّنَدِ وَيَا وَاحِدُ يَا أَحَدُ يَا فُلْهُوَ اللَّهُ أَحَدُ أَسْأَلُكَ
اللَّهُمَّ بِحَقِّ مَنْ خَلَقْتَهُ مِنْ خَلْقِكَ وَلَمْ تَجْعَلْ فِي خَلْقِكَ
مِثْلَهُمْ أَحَدٌ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ وَتُفْضِلَ لِي كَيْتَ وَكَيْتَ

۳۳ استجاب دعا

ابوالہاشم جعفری جو آپ کے پیر بزرگوار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور آپ حیدر نامدار حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے بعد آپ کی امامت کے قائل تھے، ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا، مولا، جب آپ سے رخصت ہو کر بغداد جاتا ہوں تو شوق زیارت بیدستانا ہے۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں، اس لیے کہ کبھی کبھی اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ کشتی سے سفر کروں اور مولائے اس خیر کے میرے پاس کوئی اور سواری نہیں ہے، یہ سید کمزور ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی زیارت کی قوت عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا، ابوالہاشم! اللہ تمہیں بھی قوت عطا فرمائے اور تمہارے خیر کو بھی قوت و طاقت عطا فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ابوالہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھ کر اپنے خیر پر ہوا ہو کر چلے تو دوپہر تک سرمن رائے (عسکر) پہنچ جاتے، اور پھر اگر چاہتے تو اسی روز آپ کی زیارت کر کے سرمن رائے سے بغداد واپس آ جاتے تھے۔ یہ بھی آپ کی امامت کی دلیل ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ ثبوت ہیں۔

(مختار الخراج و الجواز ص ۲۷)

اعلام الوری میں ابوالہاشم سے اسی کے مثل روایت ہے (اعلام الوری ص ۲۴)

مناقب میں بھی صالحی سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۲ ص ۲۰۹)

یوسف بن سخت کا بیان ہے کہ علی بن جعفر، بغداد کے آس پاس کے ایک قریہ ہمینا کے رہنے والے اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے وکیل تھے کسی نے متوکل سے ان کی چغل لگائی اور اس نے ان کو قید میں ڈال دیا اور بہانہ یہ نکالا کہ یہ عبدالرحمن بن خاقان کی طرف سے

تین ہزار دینار کا ہامن بنا تھا۔ جب قید کی مدت طویل ہو گئی تو عبید اللہ نے اس کے متعلق متوکل سے

اس نے کہا، اے عبد اللہ! اگر تم پر مجھ پہلے سے کوئی شک ہوتا تو آج یقین کر لیتا کہ تم رافضی ہو۔ تمہیں معلوم نہیں، یہ فلاں کا وکیل ہے میں تو اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔
راوی کا بیان ہے کہ یہ خبر علی بن جعفر کو ملی، اُس نے حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو خط لکھا کہ: میرے آقا و سردار! خدا کے لیے میرے متعلق دعا کیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں شک و ریب میں مبتلا ہو جاؤں۔

آپ نے ایک پہرے میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تم ایسی منزل پر پہنچ گئے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ اچھا میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔
یہ شب جمعہ کا واقعہ ہے، صبح ہوئی تو متوکل کو بخدا آگیا اور ایسا بڑھا کہ اس کی شہت سے چینی چلنے لگا۔

اُس نے حکم دیا کہ رہائی کے لیے قیدیوں کے نام ہمارے سامنے پیش کیے جائیں۔
ضمناً علی بن جعفر کا بھی ذکر کیا اور عبد اللہ سے کہا کہ تم نے اس کا نام میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا۔
عبد اللہ نے کہا، اب ایسی بات تو تابذ نہ کروں گا۔
متوکل نے کہا، نہیں، اس کو فوراً رہا کرو اور اس سے کہو کہ وہ مجھے معاف کر دے۔
پھر علی بن جعفر امام ابوالحسن علیہ السلام کے حکم سے مکہ چلا گیا اور وہاں کا امیر ہو گیا۔ ادھر متوکل اچھا ہو گیا۔ (رجال کشی ص ۵۵)

• علی بن جعفر کا بیان ہے کہ جب میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا تو اُس نے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کی طرف رُخ کیا اور بولا:
دیکھو! تم اپنا دل ایسی باتوں میں نہ الجھاؤ، تمہارے چچا نے خود مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص رافضی اور علی بن محمد کا وکیل ہے۔

پھر اُس نے قسم کھائی کہ اب تو مرنے کے بعد ہی قید خانے سے نکالوں گا۔
جب میں نے یہ سنا تو اپنے آقا کو خط لکھا کہ میں بہت دل تنگ ہو چکا ہوں اور در ہے کہ کہیں میرے دل میں کبھی پید نہ ہو جائے۔

آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: اچھا اگر تم اس منزل کو پہنچ گئے ہو تو میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔

پھر اگلے جمعہ بھی نہیں آنے پایا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا۔ (رجال کشی ص ۵۵)
اللہ بہترین کفایت کرنے والا ہے، دشمن ذلیل ہو گیا اور بری طرح مرا دنیا و آخرت اس کی خراب ہوئی۔

• علی بن محمد جمال کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں خط ارسال کیا کہ جس وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، میرے پاؤں میں ایسی تکلیف ہوئی کہ اب تک رفع نہ ہو سکی اور فی الحال چلنے پھرنے سے بھی عاری ہوں، کھڑا ہونا بھی دشوار ہے اگر مناسب ہو تو میرے لیے دعا صحت فرمائیں۔ تاکہ میں اپنے فرائض ادا کر سکوں اور وہ تقصیریں جو مجھ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی ہو سکے اور دعا فرمائیں کہ میں اپنے موجودہ دین پر ثابت قدم رہوں جسے اللہ نے اپنے رسول کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، اللہ نے تیری اور تیرے باپ دونوں کی تکلیف دور کر دی۔
اُس وقت میرے والد بھی بیمار تھے مگر میں نے ان کی بیماری کے لیے اپنے خط میں کچھ نہ لکھا تھا تاہم آپ نے از خود ان کے لیے بھی دعا فرمادی۔ (کشف الغتہ ص ۲۵)

(۲۳) = آپ کی سخاوت

ایک مرتبہ ابو عمرو بن عثمان بن سعید و احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر سہرانی، حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

احمد بن اسحاق نے عرض کیا کہ میں سید مقروض ہو گیا ہوں۔
آپ نے اپنے وکیل ابو عمرو بن عثمان سے فرمایا: تیس ہزار درہم ان کو دے دو۔
تیس ہزار درہم علی بن جعفر کو دے دو اور تیس ہزار درہم تم خود لے لو۔
واقعاً اس قسم کی سخاوت کرتے ہوئے کس زمانہ میں کسی کو نہیں دیکھا گیا۔ (مناقب جلد ۵ ص ۵۵)

(۲۵) = اخیائے موتی

عیون المعجزات میں ہاشم بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کے پاس گونگے لائے جاتے اور صحتیاب ہو کر واپس جاتے، آپ مٹی سے چڑیوں کی شکل کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مارتے، وہ چڑیاں جاندار بن کر اڑ جایا کرتی تھیں۔

میں نے کہا، آپ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی فرق ہی نہیں۔
آپ نے فرمایا، فرق کیسے ہوگا، میں ان میں سے ہوں اور وہ ہم میں سے ہیں۔

محمد بن سنان راہزی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو الحسن اسامہ علی انقی علیہ السلام حج پر تشریف لے گئے۔ جب مدینہ واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ ایک مرد خراسانی اپنے مرے ہوئے گدھے کے پاس کھڑا ہوا رو رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہائے اب میں اپنا سامان کس پر بار کروں گا؟

آپ اُدھر سے گزر رہے تھے تو کسی نے کہا کہ یہ مرد خراسانی آپ اہل بیت کے دوستداروں میں سے ہے۔

یہ سن کر آپ اُس مردہ گدھے کے قریب گئے اور فرمایا: بنی اسرائیل کی گائے ابراہیم کے نزدیک مجھ سے زیادہ محترم تو نہ تھی کہ اس کے بعض عضو سے میت کو جس کی گائے وہ شخص زندہ ہو گیا۔

پھر آپ نے اپنے دلہنے پاؤں سے غلو کر ماری اور فرمایا: قُمْ بِذَنْ اَللّٰهِ رَاٰنَہُ کی اجازت سے کھڑا ہوں۔

ٹھوکر لگتے ہی اس مردہ گدھے میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر مرد خراسانی نے اس پر اپنا سامان بار کیا۔ جب آپ مریت تشریف لائے تو جس رستے سے گزرتے لوگ اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے: انھوں نے خراسانی کے گدھے کو زندہ کیا تھا۔

(۲۶) سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں

اسحاق بن عبد اللہ علوی علیہ السلام سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے والد اور چچا کے درمیان اس امر میں اختلاف تھا کہ سال میں وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جائیں۔ یہ دونوں اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت ابو الحسن امام علی بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت سرمن رائے جانے سے پہلے مقام ہرمیا میں مقیم تھے۔

آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: تم دونوں یہ پوچھتے آئے ہو کہ سال کے اندہ وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جاتے ہیں۔

دونوں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: سنو! وہ چار دن یہ ہیں۔ ۱۷ ربیع الاول تاریخی ولادت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۷ رجب، ۱۰ ذی الحجۃ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) ۲۵ رذی القعدہ، جس میں زمین بھجائی گئی (۴) ۱۸ رذی ذالحجہ، یوم غدیر خم جس دن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا گیا۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۴)

(۲۷) ایک مومن کے قرض کی ادائیگی

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام علی انقی علیہ السلام بیرون سرمن رائے کسی کام سے تشریف لے گئے۔ ادھر ایک اعرابی آپ کو ڈھونڈتا ہوا بیت الشرف جا پہنچا۔

لوگوں نے اُسے بتایا کہ آپ فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔ وہ اعرابی وہاں پہنچ گیا۔

آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اُس نے عرض کیا: میں کوفہ کا باشندہ ہوں اور آپ کے جد جناب امیر المومنین علیہ السلام کے دامن سے محنتک ہوں، مجھ پر کافی قرض واجب الادا ہے اور آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے پاس اپنی حاجت لے سک جاؤں۔

آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو! اور آج یہیں قیام کرو۔ دوسرے دن جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی انقی علیہ السلام نے اس سے فرمایا میری تجھ سے ایک درخواست ہے کہ جیسے میں کہوں ویسے ہی کرنا۔

اس نے کہا: میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا۔ آپ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک دستاویز لکھ کر دی اور اقرار کیا کہ مجھ پر اس اعرابی کی اتنی رقم واجب الادا ہے۔

اس دستاویز کو دیکر اُس اعرابی سے فرمایا: اسے لے لو اور جب میں سرمن رائے میں واپس پہنچوں تو میرے پاس آنا، وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں گے، تم ان ہی کے سامنے اس مطلوبہ دستاویز رقم کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور شد یہ تقاضا کرنا اور مہلت دینے سے بھی انکار کرنا۔ اور دیکھو! خدا کے لیے اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔

اُس نے کہا: بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر دستاویز لے کر چلا گیا۔

جب امام علی انقی علیہ السلام سرمن رائے پہنچے اُس وقت جبکہ آپ کے پاس خلیفہ وقت کے اصحاب اور دیگر لوگ بھی جمع تھے، وہ شخص آیا۔ اُس نے دستاویز نکالی اور اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

پاس بیٹھا تھا، میں نے طبیب سے کہا "آب گرفت"۔
یہ سن کر آپ مسکرائے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کیا تمہارا خیال ہے
کہ میں فارسی نہیں جانتا؟

طیب نے عرض کیا، کیا آپ بھی فارسی جانتے ہیں؟
آپ نے فرمایا، ہاں میں بہت اچھی فارسی جانتا ہوں۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے
کہ "دلوں میں پانی بھر آیا ہے"۔

ابو ہاشم سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابو الحسن امام علی النقی کے
پس پشت ایک غلام کھڑا تھا۔

آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس غلام سے فارسی زبان میں گفتگو کرو۔
میں نے اُس سے کہا "نام تو چیست؟"
غلام نے کوئی جواب نہ دیا، اور خاموش رہا۔

آپ نے اُس سے عربی زبان میں فرمایا، یہ تمہارا نام پوچھ رہے ہیں۔

(بصار الدرجات ص ۳۳۸)

ابراہیم بن مہزیار کا بیان ہے کہ حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام نے
علی بن مہزیار کو خط لکھا اور اس میں ہدایت فرمائی کہ اُن کے لیے ایک مقدارِ ساعات رکھ دی
بنادی جائے۔

گھڑی تیار کر کے ہم آپ کی خدمت میں اس کو لیکر روانہ ہوئے۔ جب مقامِ ستیاریہ
پہنچے تو علی بن مہزیار نے آپ کو اپنی آمد کی اطلاع پہنچادی اور باریابی کی اجازت چاہی
آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم لوگ بعدِ ظہر حاضر ہو جانا۔

لہذا ہم سب لوگ بعدِ ظہر وہاں پہنچ گئے۔ شدید گرمی کا دن تھا، ہمارے
ساتھ علی بن مہزیار کا غلام مسرور بھی تھا۔ آپ کے مکان کے قریب آپ کا غلام بلال ہمارے انتظار
میں کھڑا تھا۔

اُس نے کہا "آپ لوگ اندر آجائیں۔"

ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ گرمی کی وجہ سے پیاس بڑی شدید محسوس ہو رہی تھی۔
ابھی ہم ذرا دیر بیٹھے ہی تھے کہ ایک غلام پانی کے چند کوزے سیکر آیا۔ پانی بچہ شیریں اور ٹھنڈا تھا۔
ہم نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد آپ نے علی بن مہزیار کو بلایا اور اس کے ساتھ عصر کے بعد تک
مسرور گفتگو رہے۔ پھر مجھے بلایا، میں نے پہنچ کر سلام عرض کیا، اور دست بوسی کی امانت دیا۔

آپ نے ہاتھ بٹھایا، میں نے ہاتھ کے پوسے لیے۔ آپ نے مجھے دعا دی۔ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر
اُٹھ کر آپ سے رخصت ہوا۔ جب میں دروازے سے باہر نکلا تو آپ نے مجھے آواز دی اور فرمایا:
اے ابراہیم!

میں نے عرض کیا، لٹیک یا سیدی!

آپ نے فرمایا، ابھی نہ جاؤ۔

میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ مسرور غلام بھی ہمارے ساتھ تھا۔

آپ نے فرمایا، اس مقدارِ ساعات (گھڑی) کو نصب تو کرو۔

پھر آپ وہاں سے باہر تشریف لائے، آپ کے لیے ایک کرسی بچھادی گئی، آپ اُس
تشریف فرما ہو گئے۔ آپ کے بائیں جانب ایک اور کرسی رکھ دی گئی، اُس پر علی بن مہزیار بیٹھ گئے
میں مقدارِ ساعات کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں مقدارِ ساعات سے ایک کٹری گری۔

مسرور نے کہا، ہشت۔

آپ نے فرمایا، ہشت یعنی ثمانیہ (آٹھ ساعت)

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

ہم سب شام تک وہاں رہے۔ چلتے وقت آپ نے علی بن مہزیار سے فرمایا: کل
مسرور کو میرے پاس بھیج دینا۔

دوسرے دن جب مسرور آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اُس سے فرمایا:

"بار خدا چوں"

اُس نے جواب میں عرض کیا "نیک"

اس کے بعد جب نصر دھڑ سے گذرا تو آپ نے فرمایا: "در بند، در بند"

دروازہ بند کر دیا گیا اور نصر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے مجھ کو چادر اڑھادی

پھر مہزیار آیا تو پوچھا، کیا یہ چادر نصر کے خوف سے ڈال دی گئی تھی۔

اُس نے کہا، جی ہاں، میں اس سے قریب اتنا ہی ڈرتا ہوں جتنا عمر بن قریح سے۔

(بصار الدرجات ص ۲۳۷)

سقلانی زبان میں مسلسل گفتگو

علی بن مہزیار کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے آپ کے پاس اپنے ایک سقلانی غلام کو بھیجا۔

جب وہ واپس آیا تو بڑا حیرت زدہ تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟

۱۶۲ آپ نے غلام سے کاغذ اور دوات طلب فرمایا۔

وہ غلام کاغذ اور دوات لانے کے لیے گیا۔

اسی دوران آپ کے گھوڑے نے ہنہانا اور دم ہلانا شروع کیا۔

آپ نے اس سے فارسی زبان میں گفتگو شروع کی اور فرمایا کیوں پریشان ہو۔

وہ دوبارہ ہنہانا۔

آپ نے اُسے ہاتھ سے تھمپایا اور فارسی زبان میں فرمایا، 'لجام چھڑے باغ کے'۔

ایک گوشے میں جا اور وہیں اپنی ضروریات (پیشاب اور لید) سے فارغ ہو کر آ جا اور اسی مقام پر آ کر کھڑا ہو جانا۔

گھوڑے نے اپنا سر اٹھایا، لجام چھڑائی اور باغ کے ایک گوشے میں خیمے کی پشت

کی طرف ایسی جگہ چلا گیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ وہیں اُس نے پیشاب اور لید کیا، پھر اپنے تمام

پرواپس آ کر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل پر کیا اثر ہوا، دل میں شیطان نے

دوسرے ڈالا۔

آپ نے فرمایا، اے احمد! اللہ تعالیٰ نے محمد وآل محمد اور داؤد اور آل داؤد

جو کچھ فعل فرمایا ہے اس کے پیش نظر جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو بڑی بات نہ سمجھو۔

میں نے عرض کیا، 'فرزند رسول! آپ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتائیے کہ اس نے

آپ سے کیا کہا تھا، اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا۔؟

آپ نے فرمایا، 'گھوڑے نے مجھ سے کہا، آقا! اٹھیے اور سوار ہو کر گھر چلیے تاکہ

میں فارغ ہو جاؤں۔

میں نے پوچھا، مگر تم کو اس قدر عجلت اور پریشانی کیوں درپیش ہے؟

اس نے کہا، 'میں تھک گیا ہوں۔

میں نے کہا کہ یہاں پر مجھے ایک کام ہے یعنی مہینہ ایک خط لکھ کر بھیجنا ہے اس سے

فارغ ہو کر چلیں گا۔

اس نے کہا، 'مگر مجھے پیشاب وغیرہ کی حاجت درپیش ہے اور آپ کے سامنے

کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

میں نے کہا، 'اچھا، اس باغ کے ایک گوشے میں جا کر فارغ ہو جاؤ۔

پھر اس نے وہ کیا جو تم نے دیکھا۔

۱۶۳ اتنے میں وہ غلام دوات اور کاغذ لیکر آ گیا، مگر آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ آپ نے

کاغذ اپنے سامنے رکھ کر لکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اندھیرا چھا گیا، اتنا کہ خط نظر نہ آتا تھا۔ مجھے خیال

ہوا کہ جس طرح مجھے نظر نہیں آتا، آپ کو بھی نظر نہ آتا ہوگا۔ اس لیے میں نے غلام سے کہا کہ اندر سے کوئی

شمع وغیرہ لے آؤ تاکہ تمہارے آقا کو کچھ نظر نہ آئے کہ کیا لکھ رہے ہیں۔

غلام چلا، تو آپ نے فرمایا، 'نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ اسی تاریکی میں آپ نے ایک طویل خط لکھا۔ سرفی شفق بھی غائب ہو چکی تھی۔ آپ

نے خط تمام کر کے اپنی ٹہر لگائی اور میرے محلے کیا۔ میں چلتے کوتاہ ہوا، تو جی میں آیا کہ جاتے سے پہلے

اسی خیمے میں نماز بھی پڑھ لوں، پھر مہینہ جاؤں۔

آپ نے فرمایا، اے احمد! تم مغرب و عشاء کی نماز مسجد رسول میں پڑھنا اور مکتوب الیہ

کو وہیں رکھ دے رسول میں تلاش کرنا۔ وہ انشاء اللہ وہیں ملے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں خط لیکر وہاں سے جلدی جلدی چلا، مسجد رسول میں آیا

تو عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ میں نے پہلے مغرب کی، پھر عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ کے ارشاد کے مطابق

مکتوب الیہ کو تلاش کیا، وہ واقعاً وہیں ملا۔ میں نے آپ کا خط اس کو دیا۔ اس نے پڑھنے کے لیے

کھولا تو روشنی کم تھی، اس سے پڑھنا نہ گیا۔ میں نے وہ خط اُس سے لیکر مسجد کے چراغ کی روشنی میں

پڑھ کر سنایا۔ میں نے دیکھا کہ قسمر کے حروف آپس میں ملے ہوئے تھے۔

خط سننے کے بعد اُس شخص نے کہا، 'میں کل اس کا جواب لکھ دوں گا، اگر ملے لینا۔

دوسرے دن میں نے جا کر خط کا جواب لیا اور پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے

خدمت میں لیکر حاضر ہوا۔

آپ نے دریافت فرمایا، وہ شخص جہاں میں نے کہا تھا، وہیں ملا تھا؟

میں نے عرض کیا، 'جی ہاں۔

آپ نے فرمایا، 'بہت خوب۔

۳۲ = پرندوں کی نظر میں احترام امام

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ:

متوکل کی ایک جاویدار نشست گاہ تھی جس میں دھوپ چھن چھن کر اندر آتی تھی۔ وہاں اس نے بہت

سی چڑیاں پال رکھی تھیں جو ہر وقت چھاتی رہتی تھیں۔ سلامتی کے دن جب وہ وہاں بیٹھا تو ان

کی چہرچہاٹ میں پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہتا ہے اور لوگ اُس سے کیا کہتے ہیں۔ مگر جب حضرت امام علی نقیؑ

(۳۶) متوکل نے امام کی زیارت پر پابندی لگا دی لیکن

ابوالقاسم بن قاسم نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ متوکل کا حکم تھا کہ کوئی شخص مجھے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے گھر نہ جائے۔ ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر تشریف لائے جس نے دیکھا کہ شیعوں کی ایک جماعت مکان کی دیوار کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔

میں نے پوچھا کیا بات ہے، تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا، ہم اپنے مولا و آقا کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ آپ کو سلام کریں اور آپ کی زیارت کریں۔

میں نے پوچھا، اگر ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے؟

انھوں نے کہا، ہاں ہم سب ان کو پہچانتے ہیں۔

الغرض جب آپ تشریف لائے، تو یہ سب تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کو سلام کیا، آپ سواری سے اترے اور اپنے مکان میں داخل ہو گئے۔ وہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے کہا، خدا ٹھہرو! مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ بتاؤ، تم نے اپنے مولا کو دیکھ لیا؟ ان لوگوں نے کہا، ہاں۔

میں نے کہا، بتاؤ وہ کیسے ہیں؟

ایک نے کہا، بوڑھے ہیں سر کے بال بھی سفید ہو گئے ہیں مگر چہرہ سرخی مائل ہے۔

دوسرے نے کہا، جھوٹا نزلو، چہرہ گندی ہے، ریش مبارک سیاہ ہے۔

تیسرے نے کہا، نہیں نہیں گورے رنگ کے ہیں مگر ذرا ڈھکا ہوا رنگ ہے۔

میں نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ ان کو پہچانتے ہو، اچھا اب جاؤ خدا حافظ۔

(الخروج والجرار)

(۳۷) انتہائے پریشانی میں اللہ پر

بھروسہ کرنا ایمان کی نشانی ہے

ہبتہ اللہ بن ابی منصور مروسی سے روایت

ہے۔ اس کا بیان ہے کہ دیارِ مدینہ کا ایک نصرانی کاتب تھا جو فلسطین کے ایک گاؤں کفر تونا کا رہنے والا تھا اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا۔ اس کی اور میرے والد کی بڑی دوستی تھی۔ ایک مرتبہ وہ

تشریف لاتے تو چڑیاں باکل خاموش ہو جاتی تھیں اور جب تک آپ وہاں موجود رہتے کسی کی بھی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ آپ کے جانے کے بعد چڑیاں پھر بولنے لگتی تھیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کی دیواروں میں بہت سے کبوتر بھی پائے ہوئے تھے۔ جب یہ وہاں آکر بیٹھتا تو وہ کبوتر چھوڑے جاتے اور اوپر اڑ کر ایک دوسرے سے لڑتے اور متوکل انہیں دیکھ کر بہت تاراج و خرابی ہوتا مگر جب حضرت امام علی النقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سارے کبوتر دیوار پر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے اور جب تک آپ وہاں سے واپس نہ ہوتے وہ وہیں بیٹھے رہتے۔ آپ کے جانے کے بعد پھر اڑ کر آپس میں جنگ کرتے لگتے۔

(مختار الخراج والجرار ص ۲۲)

(۳۵) امام کی فوج اور اس کی شان

روایت کی گئی ہے کہ متوکل یاد آتی یا حضرت بنی عباس میں سے کسی نے سرمن رائے کی فوج کو حکم دیا، جو نوے ہزار ترک سواروں پر مشتمل تھی کہ اپنے گھوڑوں کے چارہ کھانے کے توڑے میں سرخ مٹی بھر کر لائے اور اسے فلاں مقام پر ڈال دیا۔ سب نے ایسا ہی کیا جس سے وہاں ایک بڑا مٹی کا پہاڑ بن گیا اور اس کا نام تلہ محال پڑ گیا۔ (تو بڑوں کا پہاڑ) پھر وہ اس کے اوپر چڑھا اور حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو بلا کر اس کے پاس بھی اس لیے پر بٹھالیا اور بولا:

میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے تاکہ میری فوج کو ایک نظر دیکھ لو کتنی ہے، کیا کیا اس میں ہیں، کیا کیا ان کے سامان ہیں، کیا شان و شوکت و رعب و ہیبت ہے۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے خلاف جس کسی کے بھی خروج کا ارادہ ہو دل ٹوٹ جائے بہت پرست ہو جائے خصوصاً اس کو اس کا خوف تھا کہ کہیں حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے کسی خاندان کے شخص کو حکم نہ دیں کہ خلیفہ وقت کے خلاف خروج کر دے۔

حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا، تو نے اپنی فوج اور اس کی شان شوکت تو دکھا دی، اب میری فوج اور اس کی شان و شوکت بھی دیکھو گا؟

اس نے کہا، جی ہاں دکھائیں۔

آپ نے اللہ سے دعا کی اور اس نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک فرشتوں کی فوج ہے جو ہر طرح کے اسلحوں سے آراستہ ہیں۔

یہ دیکھ کر خلیفہ کو غش آگیا۔ جب غش سے آفاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا، اطمینان رکھو میں تمہارا جھکڑا اور منافقہ دنیا میں نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ ہم آخرت کے کاموں میں مشغول ہیں اور تمہارا خیال غلط ہے۔

آیا اور میرے والد کے وہاں قیام کیا۔

والد نے پوچھا کیا بات ہے، اس وقت کیسے آنا ہوا۔

اس نے کہا، میں متوکل کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے طلب کیا گیا ہوں معلوم نہیں کیا معاملہ ہے، میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، میں نے اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھ پر دینا پر فروخت کیا ہے اور وہ رقم علی بن محمد بن رضا کے لیے میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

میرے والد نے کہا، اللہ تجھے اور توفیق دے۔

اس کے بعد وہ متوکل کے دربار میں گیا اور چند دنوں بعد واپس آیا، بہت خوش

بہت مسرور تھا۔

میرے والد نے پوچھا، اپنا واقعہ تو بیان کرو۔

اس نے کہا، میں یہاں سے سرمن رائے گیا اور آبادی میں داخل ہونے اور کسی

قیام کرنے سے پہلے میں نے دل میں کہا کہ متوکل کے دربار میں داخلے اور اس سے پہلے کسی کو میرے آئے کی اطلاع ہو، میں یہ رقم حضرت علی بن محمد بن رضا کو پہنچا دوں۔ وہاں پہنچ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے کہیں آنے جانے پر متوکل نے پابندی لگا دی ہے، وہ اپنے گھر میں نظر بند ہیں۔ مگر میں نے سوچا کہ یہ کیسے کروں۔ لوگ سوچیں گے کہ ایک مرد نہرانی، علی بن محمد بن رضا، کا گھر کیوں دریافت کر رہا ہے تو اور زیادہ خطرے کی بات ہے۔

تھوڑی دیر میں سوچا رہا، پھر دل میں آیا کہ میں اپنے گدے پر سوار ہو کر شہر میں چلوں۔ جہر یہ گدہ جائے اے جانے دوں، شاید کہیں ابن محمد بن رضا (علی نقی علیہ السلام) کے گھر کا پتہ پتا جائے اور کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ یہ سوچ کر میں نے وہ دینار ایک پوٹلی میں رکھے اور اسے اپنی آستین میں ڈال لیا اور گدے پر سوار ہو گیا۔ وہ گدہ جاننا روں اور گلیوں کو چیرتا ہوا اپنی مرضی سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک گھر کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کوشش کی کہ آگے بڑھے مگر ایک قدم آگے نہ بڑھایا۔ وہی جم کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے اپنے غلام سے کہا کسی سے پوچھ کر یہ کس کا گھر ہے۔

اُس نے پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ علی بن محمد بن رضا کا گھر ہے۔

میں نے کہا، اللہ اکبر، بخدا، یہی دلیل کافی ہے۔

اتنے میں ایک حبشی غلام اندر سے نکلا اور بولا، کیا تم یوسف بن یعقوب ہو؟

میں نے غلام سے کہا، ہاں۔

اُس نے پھر کہا، اچھا تو اپنی سواری سے اترو۔

میں سواری سے اتر پڑا۔ اُس نے مجھے دہلیز پر بٹھا دیا۔ اور خود اندر چلا گیا۔ میں نے دل میں سوچا، یہ دوسری دلیل ہوتی ہے کہ میں اس شہر میں نہ کبھی آیا اور نہ کسی سے شناسائی، پھر اس غلام کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا۔

اتنے میں غلام دوبارہ باہر نکلا، اور بولا، ایک ہزار دینار جو ایک پوٹلی میں بندھے ہوئے تمہاری آستین میں ہیں، اسے نکال کر مجھے دو۔

میں نے فوراً نکال کر اسے دیدیے۔ اور دل میں کہا، یہ میری دلیل ہوئی۔

اس کے بعد غلام پھر آیا، اور بولا، اندر آؤ۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت علی بن محمد بن رضا علیہ السلام تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اے یوسف، تم نے کیا طے کیا؟

میں نے کہا، مولانا! دیس تو کوئی ایک دیکھیں اور اسے سمجھنے کے لیے کافی بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا، افسوس، تم اب تک اسلام نہیں لائے، خیر تو نہ سہی، تمہارا اطفال لڑکا غفر اسلام لائے گا اور وہ میرے شیعوں میں سے ہوگا۔ اے یوسف، لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری شفاعت تم جیسے لوگوں کے لیے مفید نہ ہوگی۔ خدا کی قسم، وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، ہماری شفاعت تمہارے امثال کے لیے بھی مفید ہوگی۔ اب جس سے ملنے کے لیے تم ملانے گئے ہو، جاؤ اُس سے ملو، انشاء اللہ تمہارا کام تمہارے حسب خواہش ہو جائے گا۔

پھر میں وہاں سے اُٹھ کر متوکل کی ویڈی پر گیا، اور جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ کر واپس آیا۔ بہتہ اللہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد، یعنی اس کی وفات کے بعد مجھ سے اس کے بیٹے کی ملاقات ہوئی، بخدا وہ مسلمان تھا اور اچھے معیار کا شیعہ تھا، اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کا باپ تو اپنے مذہب یعنی نصرانیت پر ہی مرا، مگر وہ اسلام لایا اور وہ برابر کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولائی بشارت ہوں۔ (مختار الخواجا و الجراح ص ۱۱)

(۳۸) = رُعب امامت

محمد بن حسن بن اشر علی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے، کہ میں اپنے والد کے ساتھ دروازہ متوکل پر تھا، آپ اُس وقت تمام طالبیوں، عباسیوں اور نو جوانوں وغیرہ درمیان میں بیٹھ گئے تھے اور یہ دستور تھا کہ جب حضرت امام ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سب اپنی اپنی سواریوں سے اُتر کر باپ یا دہ ہو جاتے تھے اور جب تک آپ اللہ تشریف نہ لیجاتے سب پابیاہ رہتے۔

ایک شخص اُن میں سے چند لوگوں نے آپ میں مشورہ کیا کہ ہم لوگ اس کم سن بچے کے بے

کیوں پاپیادہ ہوں نہ اس میں ہم لوگوں سے زیادہ شرف ہے نہ یہ ہم سے بڑا ہے نہ ہم سے زیادہ اُس کا بس ہے نہ ہم سے زیادہ اس کا علم ہے۔ لہذا اب ہم لوگ اس کے لیے سوار ہو گئے۔

ابو ہاشم نے کہا، مگر خدا کی قسم تم لوگ ان کو دیکھو گے تو ضرور بالضرور سوار ہوں گے۔

ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ تشریف لائے اور آپ کو دیکھتے ہی تمام لوگ پاپیادہ ہو گئے۔

ابو ہاشم نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ ہم سوار ہوں گے نہ اُن ترس گئے؟ اُن لوگوں نے جواب دیا، خدا کی قسم، ہم لوگ اپنے قابو سے باہر ہو گئے اور سوار ہوں گے۔ (مناقب جلد ۳ ص ۵۴)

اعلام النوری میں بھی محمد بن حسن سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(۳۹) = میں امامت کا کیوں قائل ہوا؟

ابوالعباس احمد بن نصر اور ابو محمد بن مویہ وغیرہ کا بیان ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا جس کا نام عبدالرحمن تھا اور وہ تھا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ سبب کیا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو چھوڑ کر تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوئے؟

اُس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ ایسی بات دیکھی جس سے اُن کی امامت کا قائل ہونا پھر اُس نے اپنا قصہ اس طرح شروع کیا۔

اُس نے کہا، سنو! میں ایک مرد فقیر تھا، میرے پاس صرف زبان تھی اور جرات تھی۔ اہل اصفہان مجھے اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک بار دربارِ متوکل میں فریاد کرنے کے لیے گئے۔

ایک دن ہم لوگ بابِ متوکل پر تھے کہ حکم نکلا کہ علی بن محمد بن رضا کو حاضر کیا جائے۔ میں نے اپنے قریب کسی سے پوچھا، یہ کون شخص ہے جس کے حاضر کیے جانے کا حکم نکلا ہے۔

اُس نے کہا کہ یہ ایک مردِ ملوی ہے، رافضی اس کو اپنا امام کہتے ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ متوکل نے اس کو قتل کرنے کے لیے بلا پایا ہے۔

میں نے اپنے جی میں کہا، اب میں بغیر اس شخص کو دیکھ ہوئے یہاں سے نہ جاؤں گا۔ اُس کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا، وہ مردِ ملوی گھوڑے پر سوار آیا۔ لوگ راستہ پر دونوں طرف صفیں باندھے ہوئے کھڑے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ جب میری نظر اُس پر پڑی، تو بے اختیار دل میں اس کی محبت آگئی اور دل ہی دل میں اللہ سے دعا کرنے لگا کہ اللہ اس کو متوکل کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اسی طرح دونوں صفوں کے درمیان گھوڑے پر سوار آگے بڑھتے گئے اُن کی نظر صرف اپنے گھوڑے کی ایال پر تھی، نہ اپنے جانب تھی نہ بائیں جانب، اور میں مسلسل دعا میں مشغول تھا۔ جب وہ میرے قریب پہنچے تو میری طرف رخ کر کے کہا،

”اللہ نے تیری دعا قبول فرمائی اور تجھے طولِ عمر و کثرتِ مال و اولاد سے نوازا۔ یہ سن کر میں کانپ اٹھا اور وہیں گر پڑا۔

لوگوں نے پوچھا، کیا بات ہو گئی؟

میں نے کہا کچھ نہیں، ویسے سب خیریت ہے

اس کے بعد ہم لوگ اصفہان واپس آئے اور یہاں آکر اللہ نے مجھ پر مال و دولت کے دروازے کھول دیے۔ آج یہ حال ہے کہ میرے گھر میں دس لاکھ کا مال ہے اور جو یاہر ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ پھر اللہ نے مجھے دس اولادیں دیں اور میری عمر اس وقت پچھتر ۵۵ سال کی ہے اور میں اُس شخص کی امامت کا قائل ہوں جو میرے دل کی بات کو جان گیا۔ اور اس کی دعا اللہ نے میرے حق میں قبول فرمائی۔ (مختار الخراج و الجرائع ص ۵۴)

(۴۰) = زمین کے ہر خطے میں قبریں ہیں

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے مجھے طلب کیا اور کہا، تم تین سو آدمی جسے چاہو منتخب کر لو اور کو فہ جاؤ وہاں اپنے سامان چھوڑ دو، وہاں سے صحرایِ جانب سے سیب سے مدینہ جاؤ اور علی بن محمد بن رضا کو تعظیم و تکریم کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔

میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں سے چلا، میرے ساتھ شرارۃ (خارجیوں) کا ایک سردار بھی تھا، اور میرا منشی مردِ شیعہ تھا، مگر میں حشویہ مذہب پر تھا۔ وہ خارجی شاری میرے اُس منشی سے مناظرہ کیا کرتا، اور اسی طرح ان دونوں کے مناظرہ میں راستہ طے ہوتا گیا۔ جب آدھا راستہ طے ہو گیا، تو اُس خارجی نے منشی سے کہا:

”کیا تمھارے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ ”روئے زمین کا

کوئی محظوظ ایسا نہیں جہاں قبر بویا قبر نہ بننے والی ہو۔

اب اسی سرزمین کو دیکھو یہاں کون مرا ہوگا۔ اور تم لوگوں کے خیال کے مطابق یہاں کن لوگوں کی قبریں ہوں گی؟

میں نے اپنے منشی سے پوچھا، کیا واقعی تم لوگ یہ کہتے ہو؟

اس نے کہا، جی ہاں۔

میں نے کہا، پھر یہ خارجی بیچ کتنا ہے اتنے لیے جوڑے صحرا میں کون مرا ہوگا، چہ جائیکہ یہ قبروں سے بھرا ہو۔ یہ کہہ کر ہم لوگ آپس میں ہنسنے لگے۔ اور وہ منشی سب کے سامنے نادم و شرمندہ ہو گیا۔

وہاں سے ہم لوگ روانہ ہو کر مدینہ پہنچے اور حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن عبد السلام کے در دولت پر آئے، محاضری کی اجازت لی، اندر گئے، متوکل کا خط دیا، آپ نے پڑھا اور فرمایا:

تم لوگ قیام کرو مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں۔

دوسرے دن میں آپ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا، سخت گرمی پڑ رہی تھی، دیکھا کہ آپ کے پاس ایک درزی بھی موجود ہے اور وہ جاڑے کے موٹے کپڑے قطع کر رہا ہے۔ پھر صدریاں قطع کی جا رہی ہیں، جو آپ کے اور آپ کے غلاموں کے لیے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے خیاط سے کہا، تم بہت سے درزیوں کو جمع کر لو اور آج ہی ان سب کو سی ڈالو۔ اور کل اسی وقت میرے پاس لاؤ۔

پھر میری طرف نظر اٹھائی اور فرمایا، اے یحییٰ تم لوگوں کو مدینہ میں کچھ ضروری کام کرو، ہو، تو آج ہی کر لی لو۔ اور کل اسی وقت یہاں سے کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یحییٰ کہتا ہے کہ میں وہاں سے نکلا، مگر صدریوں اور بندلوں کی وجہ سے مجھے سخت تعجب تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ گرمی کا دن ہے اور پھر حجاز کی گرمی اور یہاں سے عراق دس دن کی راہ بھلا یہ ان کپڑوں کا کیا کریں گے۔ پھر دل میں کہا، معلوم ہوتا ہے اس شخص نے کبھی سفر نہیں کیا ہے، اس خیال ہے کہ ہر سفر میں ایسے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان رافضیوں پر تعجب ہے کہ اس شخص کے اس فہم و سمجھ کے باوجود یہ لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں۔

دوسرے دن میں پھر آیا، تو سارے کپڑے ملے ہوئے تیار تھے۔

آپ نے اپنے غلاموں کو آواز دی کہ آؤ اپنے اپنے کپڑے اور لبادے و کنوٹ لے جا پھر فرمایا، اچھا اب کوچ کرو۔

میں نے دل میں کہا، یہ تو اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات ہے، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ راستے ہی میں جاڑے کا موسم آجائے گا۔ کہ انہوں نے اپنا لباس اور کنوٹ لے لیا ہے۔

انقرض میں نے اسے ان کی کم فہمی پر محمول کرتے ہوئے وہاں سے کوچ کیا اور سافت لے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں قبروں کے متعلق مناظرہ ہوا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک سیاہ بادل اٹھا اور گرج و چمک کے ساتھ ہم لوگوں کے سروں پر آگیا اور بڑے بڑے اونے برس آنے لگا۔ آپ نے اور آپ کے غلاموں نے صدریاں پہن لیں، سروں پر کنوٹ اور جسم پر لبادہ ڈال لیا۔

پھر اپنے غلاموں سے کہا، ایک لبادہ یحییٰ کو اور ایک کنوٹ اس منشی کو دے دو۔ ہم پر اونے برسے ہوئے اور ہمارے ساتھیوں میں سے اسی آدمی مر گئے۔ پھر اونے پڑنے موقوف ہوئے۔ گرمی پہلے جیسی پھر پلٹ آئی۔

آپ نے فرمایا، اے یحییٰ! اپنے بچے ہوئے ساتھیوں سے کہو، اتریں اور اپنے مردوں کو کوفن کریں۔ دیکھو! اس طرح اللہ تعالیٰ صحر کو بھی قبروں سے بھر دیتا ہے۔

یہ سن کر میں فوراً اپنی سواری سے کود پڑا اور ڈرتا ہوا آپ کے پاس آیا، آپ کے پاؤں اور رکالوں کو بوسہ دیا اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپ لوگ زمین پر اللہ کے واقعی خلیفہ ہیں۔

میں پہلے کافر تھا، اب آپ کے ہاتھوں پر اسلام لایا۔ یحییٰ کہتا ہے کہ پھر میں شیعہ ہو گیا، مرتے دم تک آپ کی خدمت میں رہا۔ (مختار، الحزاک والجرانج)

طی الارض

اسحاق جلاب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے لیے بہت سی بھڑ بکریاں خریدیں۔ آپ نے مجھے بلایا اور گھر کے باڑے سے ایک ایسی وسیع جگہ لے آئے جس سے میں واقف نہ تھا وہاں پر آپ نے مجھے بکریاں چھانٹنے کا حکم دیا، میں وہ بکریاں چھانٹنے لگا۔ اس کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے ابو جعفر اور ان کی والدہ وغیرہ کو بھی اطلاع دیدی جنہوں نے خریدنے کے لیے کہا تھا۔ پھر میں نے آپ سے بغداد جانے کی اجازت چاہی۔

آپ نے فرمایا، کل تک یہیں قیام کرو پھر چلے جانا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ٹھہر گیا اور عرفہ کے دن بھی آپ ہی کے وہاں قیام کیا۔ عید الاضحیٰ کی شب آپ کے ساتیان میں سویا۔ سحر کے وقت آپ تشریف لائے۔ اور فرمایا،

اے اسحاق اٹھو!

میں اٹھا اور آٹھ کھولی تو دیکھا کہ میں بغداد میں اپنے دروازے پر کھڑا ہوں
میں اپنے والد کے پاس پہنچا اور میرے دوست احباب میرے پاس آئے۔
میں نے ان سے کہا، عرفہ کے دن تو میں مقام عکرم تھا اور عید کے بعد آؤنگی
(بصائر الدرجات)

(۴۲) زینب بنت فاطمہ ہونے کی دعویٰ دار

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے
کہ دو متوکل میں ایک عورت نمودار ہوئی جس نے دعویٰ کیا کہ وہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول
متوکل نے کہا، مگر تو ایک نوجوان عورت ہے اور تو اسی رسول اللہ کو گذرے
ہوئے اتنے سال ہو چکے ہیں۔
اُس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعویٰ
تھی کہ پروردگار! اس بچی کو ہر چالیس سال بعد از سر نوجوان کر دیا کرنا۔
مگر اتنے دنوں تو میں نے لوگوں پر اس کا اظہار نہیں کیا۔ اب میں آپ لوگوں کے
سامنے برائے ضرورت آئی ہوں۔

متوکل نے آل ابی طالب، آل عباس و قریش کو بلایا اور ان سے دریافت کیا۔
ان میں سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ زینب بنت فاطمہ نے فلاں سن میں وفات
متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بتا، اس روایت کے متعلق کیا کہتی ہے؟
اُس نے کہا، یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ بات یہ ہے
کہ میں اتنے دنوں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہی، اس لیے ان لوگوں کو میرے مرنے اور جینے
کا کیا بہت۔

متوکل نے ان لوگوں سے پوچھا، اس روایت کے علاوہ تم لوگوں کے پاس کوئی اور بھی دلیل ہے
ان لوگوں نے کہا، نہیں۔
متوکل نے کہا، اگر اس کے اس دعویٰ کو کسی دلیل سے رد کیا گیا تو میں اس عورت
کو بڑی کر دوں گا۔
لوگوں نے کہا، اچھا تو پھر امام علی النقی علیہ السلام کو بلاؤ، شاید ان کے پاس کوئی دلیل
ہو جو ہمارے پاس نہیں ہے۔
متوکل نے آدمی بھیجا آپ تشریف لائے متوکل نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا، وہ غلط کہتی ہے حضرت زینب نے فلاں سن فلاں مہینہ اور فلاں
دن میں وفات پائی۔
اُس نے کہا، ہاں، ان لوگوں نے بھی یہی کہا تھا مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر کسی
اور دلیل سے اس کے دعویٰ کو باطل نہ کیا جائے گا تو میں اسے رہا کر دوں گا۔
آپ نے فرمایا، کوئی سہج نہیں، میرے پاس ایسی دلیل ہے جو اسے بھی خاموش کر دے
اور دوسرے کو بھی۔

متوکل نے پوچھا وہ کیا دلیل ہے؟
آپ نے فرمایا، اللہ نے اولاد فاطمہ کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے۔ اس کو درندوں
کے کٹھڑے میں ڈال دیا جائے، اگر یہ اولاد فاطمہ میں سے ہے تو اسے کوئی درندہ گزندہ پہنچائے گا۔
متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بول کیا کہتی ہے؟
اُس نے کہا، ان کا مطلب یہ ہے کہ میں اس طرح قتل ہو جاؤں۔ اگر یہ صحیح کہتے ہیں
تو اس مجمع میں اولاد فاطمہ بہت سی بیٹھی ہوئی ہے ان میں سے کسی کو درندوں کے کٹھڑے میں ڈال
کر دیکھ لیا جائے، پتہ چلی جائے گا۔
راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر سارے مجمع میں سستاٹا چھا گیا۔ بعض لوگ جو آپ سے
بغض رکھتے تھے، بولے:

یہ خود درندوں کے کٹھڑے میں جا کر دکھائیں، دوسروں کو خطرے میں کیوں ڈالتے ہیں۔
لوگوں کا یہ جواب سن کر متوکل آپ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا:
یا ابا الحسن! پھر خود ہی کیوں نہ رحمت فرمائیں؟
آپ نے فرمایا، ہاں ہاں۔ تمہیں اختیار ہے مجھے بھیج دو۔
متوکل نے کہا، پھر تشریف لے جائیں۔
آپ نے فرمایا، میں جاتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کو ایک بیڑی دی گئی اور اس کے ذریعے سے آپ درندوں
کے کٹھڑے میں اترے، اُس میں چھ درندہ شیر پے ہوئے تھے۔ آپ کٹھڑے کے اندر جا کر بیٹھ گئے جب
درندوں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف بڑھے اور آپ کے سامنے آکر سرنگوں ہو گئے، اپنے دونوں
ہاتھ آگے پھیلا دیے۔ آپ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ مشفقانہ انداز میں پھیرا، پھر اشارہ کیا کہ
اس گوشے میں چلے جاؤ۔
وہ سب کے سب ایک گوشے میں (اطاعت گزاروں کی طرح) جا کر بیٹھ گئے۔

یہ دیکھ کر متوکل کے وزیر نے کہا، یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ انہیں اس کٹہرے سے جلد نکال لیا جائے ورنہ اگر یہ خبر عام ہوگئی تو غضب ہو جائے گا۔

متوکل نے کہا، اے ابوالحسن! میں نے کسی بُری نیت سے آپ کو اس میں نہیں بھیجا تھا، بلکہ آپ کی بات کا یقین کرنا چاہتا تھا۔ اچھا، اب آپ میری جگہ سے باہر نکل آئیں۔ جب آپ میری طرف بڑھے تو وہ سارے شیر عمر آپ کے پاس آئے آپ کے پرلوں کو چمک کرنے لگے۔

آپ نے میری جگہ پر قدم رکھ کر اشارے سے کہا، اب واپس جاؤ۔

وہ سب واپس ہو گئے۔ آپ اوپر آ گئے۔ اور فرمایا:

اچھا، اب اگر کوئی کو دعویٰ ہو کہ میں اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوں تو وہ کٹہرے میں جا کر میری جگہ بیٹھ جائے۔

متوکل نے اس عورت سے کہا، اس کٹہرے میں جا۔

اس نے کہا، نہیں نہیں، واقعات میں نے غلط دعویٰ کیا تھا، میں تو فلاں شخص کی بیچا ہوں۔ متوکل نے حکم دیا، اس کو پکڑ کر درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔

وہ ڈال دی گئی اور درندوں نے اسے چیر بھاڑ کر کھا لیا۔ (مخبر الخواص والخواص)

۲۳۔ مال کثیر کا مفہوم قرآن کی روشنی میں

ابو عبد اللہ زبیدی کا بیان ہے

کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے نذر کی کہ اگر اللہ نے مجھے صحت دیدی تو میں مال کثیر تصدق کروں گا۔ جب وہ صحت یاب ہوا تو فقہاء نے مال کثیر کے متعلق اختلاف کیا۔

اس کے حلیب حسن نے کہا، یا امیر المؤمنین! اگر میں اس کا صحیح جواب لا دوں، تو آپ

مجھے کیا انعام دیں گے۔

متوکل نے کہا، دس ہزار درہم، ورنہ سو کوڑے لگو آؤں گا۔

حسن نے کہا مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد وہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ سے اس کے

متعلق دریافت کیا۔

آپ نے فرمایا: وہ اتنی درہم تصدق کرے۔

حاجب نے آکر متوکل کو بتایا۔

اس نے کہا، اس کی وجہ کیا ہے؟

وہ پھر امام علیؑ کے پاس آیا اور وجہ دریافت کی۔

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے:

«لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ» (سورہ برات آیت ۲)

(اللہ نے کثیر مقامات پر تم لوگوں کی مدد کی)

جب ان مقامات کو شمار کیا گیا تو وہ اتنی مقامات ہوئے۔

حاجب نے جا کر متوکل کو بتایا۔ وہ خوش ہو گیا اور حاجب کو دس ہزار درہم عطا کیے۔

۲۴۔ یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور ان کے جوابات

ایک مرتبہ متوکل نے ابنِ سبکت سے کہا کہ امام علی النقی علیہ السلام سے میرے سامنے مشکل مسائل پوچھ کر دیکھو۔

ابنِ سبکت نے امام علیؑ سے پوچھا، یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو عصا کا معجزہ، حضرت عیسیٰؑ کو صحت دینے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن اور تلوار دیکر کیوں بھیجا؟

حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے جواب دیا کہ چونکہ اُس زمانے میں سحر و جادو کا بڑا زور تھا، اس لیے حضرت موسیٰؑ کو عصا اور یدِ بیضا کا معجزہ عطا فرمایا، جس کے مقابلے میں ان لوگوں کا سارا سحر و جادو باطل ہو گیا، اور ان پر حجت تمام ہو گئی۔

حضرت عیسیٰؑ کے دور میں طب کا زور تھا، اس لیے ان کو بیماروں کو صحت دینے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا، ان کے طب وغیرہ کو باطل کر دیا۔ جس سے وہ لوگ مغلوب ہو گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تلوار اور اشعار کا بڑا زور تھا، اس لیے

تلوار اور قرآن دیکر آنحضرتؐ کو ان لوگوں پر اپنی حجت تمام کی اور ان کے اشعار اور تلوار باطل ہو گئے۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا، اے ابنِ سبکت! ان کو بخت و مناظرے سے لگاؤ نہیں ہیں

ان سے کچھ سوالات پوچھتا ہوں :-

یہ کہ یحییٰ بن اکثم نے ایک کاغذ ان کو دیا جس میں بہت سے سوالات تھے۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام تمام سوالوں کے جوابات بولتے گئے اور ابنِ سبکت

سے فرمایا، اسے لکھتے جاؤ۔ (سورۃ النمل آیت ۲۰)

تم نے قرآن مجید کی آیت قَالَ الَّذِي عِنْدَ لَا عِلْمَ مِّنَ الْكِتَابِ کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو سنو! اس سے مراد آصف بن برخیا ہیں، اور ایسا نہیں ہے کہ صرف آصف بن برخیا کو جو (ایم اعظم) معلوم تھا وہ حضرت سلیمان کو معلوم نہ تھا، بلکہ وہ بھی جانتے تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ اپنی امت کو جو حق و انس پر مشتمل تھی، بتا دیں کہ میرے بعد یہ حجت خدا ہیں اور یہ (ایم اعظم) حضرت سلیمان کے پاس تھا جو آپ نے آصف بن برخیا کو حکم خدا سے سپرد فرمایا تھا تاکہ ان کی نیابت میں لوگ اختلاف نہ کریں اور لوگوں پر یہ دلیل مستحکم ہو جائے۔

(۲) تمہارا یہ سوال کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند کو سجدہ کیا۔؟
سنو! یہ سجدہ حضرت یوسفؑ کو نہ تھا، بلکہ حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں
یہ سجدہ اللہ کی اطاعت میں کیا تھا، اور حضرت یوسفؑ کو سلام کرنا تھا۔ جس طرح ملائکہ کا سجدہ
حضرت آدمؑ کے لیے نہ تھا۔

پس حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں کا سجدہ حسن میں خود حضرت یوسفؑ بھی شریک تھے، اُن لوگوں کا اجتماعی سجدہ شک تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسفؑ نے بوقت سجدہ شکر یہ کہا تھا " رَبِّ قَدْ اَنْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ (سورہ یوسف آیت ۲۱) پروردگار! بیشک تو نے مجھے ملک میں سے (کچھ حصہ) عطا فرمایا۔

(۳) تمہارا سوال اس آیت کے متعلق : فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا
أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَأَسْئَلِ الَّذِينَ يَفْقَهُوْنَ الْكِتَابِ (سورہ یونس آیت ۶۴)
ترجمہ: (پس اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تجھ پر نازل کیا، تو اُن سے پوچھ جو کتاب
پڑھتے ہیں۔)

دعا کے لیے ہاتھ بند کیے اور دنا شروع کیا، اس قدر رویا کہ اس کو روتا دیکھ کر امیر المومنین رونے لگے اور سارا مجمع رو پڑا۔

جناب امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: اے شخص! تونے تو آسمان وزمین فشتوں کو بھی رلا دیا۔ جا! اللہ نے تیری توبہ قبول فرمائی، پھر ایسا گناہ کبھی نہ کرنا۔

سوال یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ نے اس سزاے شرعی کو معاف کیے سنو! وہ امام جو اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے، اگر اس کو شرعی سزا دینے کا ہے تو اسے معاف کر دینے کا بھی حق ہے۔ کیا تم نے حضرت سلیمانؑ پیغمبر خدا کا یہ قول نہیں سنا؟

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ • (سورہ صافات)

ترجمہ: (یہ ہماری بے حساب عطائیں ہیں۔ اب تو کسی کو عطا کر یا روک لے) جب یحییٰ بن اکثم نے ان جوابات کو پڑھا تو متوکل سے بولا: میں چاہتا ہوں کہ ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا جائے، اس لیے کہ اب جو مسئلہ ہو گا وہ ان مسائل سے آسان ہی اور ان کے علم کے اظہار سے رافضیوں کو تقویت ہوگی۔ (مناب جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)

(۴۵) = سزا کے خوف سے اسلام لانا؟

جعفر بن رزق اللہ کا بیان ہے کہ متوکل کے پاس ایک نصرانی لایا گیا جس نے ایک زلزلہ سے زنا کیا تھا۔ متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔

اُس نصرانی نے کہا: میں اسلام لے آیا۔ یحییٰ بن اکثم نے فتویٰ دیا کہ ایمان گذشتہ گناہوں کو محو کر دیتا ہے (لہذا اب کوئی حد نہیں کی جاسکتی)۔

بعض فقہاء نے کہا: اس پر بیعتوں قسم کی حدیں جاری ہونی چاہیے۔ متوکل نے حضرت امام علیؑ اپنی علیہ السلام سے یہ مسئلہ لکھ کر دریافت کیا۔

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اُسے اتنا مارو کہ مر جائے۔ جب یہ جواب دیگر فقہاء نے سنا تو انہوں نے اعتراض کیا۔

متوکل نے آپ کے پاس لکھ کر اس کی وجہ اور تفصیل دریافت کی۔ آپ نے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَمَّا نَاوَا بَا سَنَا قَالُوا امْنًا بِاللّٰهِ وَخُدْءٌ وَكُفْرًا بِنَا كُنَّا مُشْرِكِينَ

ترجمہ: پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک خدا پر ایمان لے آئے حالانکہ اور جن کو اس کے ساتھ شریک مقرر کرتے تھے، اب ہم اُن سے انکار کرتے ہیں۔ (سورہ نساء)

یہ جواب پاکر متوکل نے اس کو مارنے کا حکم دیا۔ اس کو اتنا مارا کہ مر گیا۔ (مناب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)

(۴۶) = معرفت الہی، معرفت رسولؐ اور معرفت ائمہ پر ایک تفصیلی گفتگو

کتاب الدلائل میں الیوب سے روا ہے اس کا بیان ہے کہ فتح بن یزید جرجانی نے مجھے بتایا کہ میں مکہ سے خراسان جا رہا تھا اور آپ عراق تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں مجھ سے ملاقات ہو گئی۔

آپ نے (امام علیؑ اپنی علیہ السلام نے) فرمایا: "جو اللہ سے ڈرتا ہے اُس سے لوگ ڈرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اُس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں" راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کی، اور جب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا تو سلام بجالایا۔

آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے، خود ہی ارشاد فرمایا: اے فتح! سنو، جو شخص اپنے خالق کی اطاعت کرتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ جو اپنے خالق کو ناراض کرتا ہے یقین کر کہ اللہ اُسے مخلوق کی ناراضگی کے جوابے کر دیتا ہے۔ خالق کی صرف وہی تعریف کی جاسکتی ہے جو تعریف خود اس نے اپنی ذات کے متعلق بتائی ہے۔ مگر جو اس کے اور اک سے قاصر ہیں۔

ادہم اس تک پہنچ نہیں سکے، ممکن نہیں کہ خیال اُس کا احاطہ کر سکے اور آنکھیں اُس کی حدود معلوم کر سکیں، تعریف کرنے والے جو اُس کی تعریف کرتے ہیں، وہ اُس سے کہیں بالا ہے، توصیف کرنے والے جو اُس کی توصیف کرتے ہیں وہ اُس سے بلند تر ہے، وہ دور ہونے کے باوجود قریب ہے، اور قریب ہونے کے باوجود دور ہے، وہ کیف الکیف ہے، اُس کے لیے کیف (کیسا) نہیں کہا جاسکتا، وہ اَیْنِ الْاَیْنِ ہے اُس کے لیے اَیْن (کہاں) نہیں کہا جاسکتا۔ وہ واحد ہے، صمد ہے، نہ اُس کا کوئی والد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، اور اُس کا کوئی ہمسر و کفو نہیں ہے، کی جلیل ہے اُس کی ذاتِ گرامی۔

ہے اُس کی ذاتِ گرامی۔ (اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کُنْہِ حقیقت کیسے بیان

کے لیے کیا جاسکتا ہے؟ (اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کُنْہِ حقیقت کیسے بیان

کے لیے کیا جاسکتا ہے؟ (اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کُنْہِ حقیقت کیسے بیان

کے لیے کیا جاسکتا ہے؟ (اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کُنْہِ حقیقت کیسے بیان

کے لیے کیا جاسکتا ہے؟ (اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کُنْہِ حقیقت کیسے بیان

کے لیے کیا جاسکتا ہے؟ (اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کُنْہِ حقیقت کیسے بیان

ہو سکتی ہے جبکہ اُس ربّ جلیل نے آپ کو اپنے اسم کا قرین (ساتھی) بنایا اور اپنی عطایں آپ کو
کیا، جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا، اُس کی اطاعت کی جزا وہ اُسے ضرور عنایت فرمائے گا
اُس نے اپنی عطایں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: **وَمَا تَقْضُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَى**
اللَّهُ وَسْؤْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورۃ برأت آیت ۴۷)

ترجمہ: (اور انھوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسول نے انھیں غنم
اپنے فضل سے۔)

ادولنے رسول کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنم
طبقات میں عذاب پائیں گے۔ **"يَلْبِثْنَا أَلْطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ"**
(سورۃ الاحزاب آیت ۶۶)

ترجمہ: (کاش ہم نے اللہ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔)
پھر ان لوگوں کی بھی کثرت حقیقت یہ کہ بیان ہو سکتی ہے جن کی اطاعت

رسول کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے:
"أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ"
(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) اُن کی جو

صاحب الامر ہیں)
نیز فرمایا: **"وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ**
مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ط" (سورۃ النساء آیت ۵۹)
ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسول کے اور اپنے میں سے صاحبان امر کے سامنے پیش کر دیتے
اُن میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت جان لیتے۔)

پھر فرمایا: **"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى**
رِئَاسَتِهِمْ لِكُلِّ فِرْقٍ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذُوا مِنَ الْأَمَانِ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْهِمْ
(سورۃ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)
لے فتح! جس طرح ربّ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول

لے فتح! جس طرح ربّ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول

نہ اولاد بتول (جناب خاطر کی اولاد کا) کا، اسی طرح اُس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہو سکتا
جو ہمارے امرِ امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبی افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیوں سے
افضل ہیں اور ہم میں سے جو وحی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرم ہے۔ اُن دونوں شہزادوں
کے اسماء افضل اسماء اور ان کی کنیت تمام کنیتوں سے افضل و بہتر ہیں۔

سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا یہ طے
کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے تزویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر
بٹھانے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ متواضع سب
سے زیادہ عظیم سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا
ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سپرد کرو۔ اللہ تم
پر رحم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ اُن کی موت کی طرح تمہیں موت دے گا، اور اُن کی زندگی کی طرح
تمہیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپ
کے پاس تک پہنچنے کی کوشش کی، پہنچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا۔
میں نے عرض کیا، فرزندِ رسول! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر میرے
دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہر صورت مجھے
اختیار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمہارے سوال کا جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا
سنتا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سننے سننے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں
بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلم رشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، اُن دونوں کو نصیحت پر
ماور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمہارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالم (اہلیت) چاہے تو
بتا دے، اس لیے کہ جو علم رسول اللہ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اس لیے کہ اللہ
اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہذا جو کچھ رسول
اللہ کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور وہ چیز جس کا علم رسول کو ہے، رسول کے اوصیاء
کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین و آسمان خالی نہ رہے اور اس کا علم اُس کے قول کی تصدیق و
توازی عدالت پر دلیل ہے۔

لے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمہیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

اور جواز میں نے تمہارے سپرد کیا ہے باجوہاتیں میں نے تمہیں بتائی ہیں اس کے اندر تم کو شک اور
وہم ہو گیا ہو اور تم نے کہا ہو کہ جب یہ لوگ ایسے ہیں تو پھر بھی ربا ہیں۔

خدا کی پناہ (ایسا نہ سمجھنا) کیونکہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق ہیں، ان کا بھی رب اللہ
ہے، یہ لوگ بھی اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، مال رکھتے ہیں، مرغبت رکھتے ہیں، لہذا اگر شیطان تمہارا
پاس بہرے لے کے لیے آئے تو میں نے جو باتیں بتائی ہیں ان سے اس کا قلع مع کر دیتا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولانا! میں آپ پر قربان، آپ نے میری مشک
فرمادی اور شیطان نے جو دوسو سو پید کر دیا تھا، آپ نے اس کی وضاحت فرمادی اور
میرے دل میں کوئی دوسو سو نہیں رہا۔ واقعاً میرے دل میں ہی خیال آیا تھا کہ آپ لوگ ربا ہیں
راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام سجدے میں
اور یہ کہتے رہے۔ "اے میرے خالق! میں تیری بارگاہ میں نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اپنی ننگ
پر رکھے ہوئے ہوں۔"

آپ یونہی مسلسل سجدے میں رہے یہاں تک کہ رات گزر گئی۔
پھر آپ نے فرمایا اے فتح! تم بھی ہلاکت میں پڑنے والے ہی تھے۔ مگر سنو! جو
حضرت عیسیٰ کے بارے میں گمراہ ہوئے اس سے حضرت عیسیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ اچھا، اللہ
رحم فرمائے! اب اگر تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔

پھر میں وہاں سے نکلا اور اس بات پر بہت خوش تھا کہ اللہ نے ہمارے سارے دوسروں
دور کر دیے اور واقعاً یہ لوگ وہی ہیں جو آپ نے بتایا ہے۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اب اس کے بعد جب دوسری منزل آئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھو
آپ نیچے کے سہارے بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے کچھ بچے ہوئے گیموں میں جنہیں تناول فرما رہے ہیں
میرے دل میں شیطان نے پھر دوسو سو پید کیا کہ ان لوگوں کو کھانا پینا مناسب نہیں اس
کہ نقص کی دلیل ہے اور امام میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا، بیٹھو! اے فتح، سنو! ہم لوگ بھی رسولوں کی میرت پر عمل کرتے
ہیں، وہ لوگ بھی کھاتے، پیتے اور پانی پیتے ہیں، چلتے پھرتے تھے۔ ہر جسم کو غذا کی ضرورت ہے
اُس خالق و رازق کے، اس لیے کہ وہ جسم نہیں رکھتا، نہ اس میں اجزا کی غموضیت ہے اور نہ اس
زیادتی و کمی کا تصور ہے۔ وہ اپنی ذات میں ان تمام چیزوں سے مبرا ہے۔ اس کی ذات جسم سے
نہیں ہے وہ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے نہ اس کا کوئی والد ہے، اور نہ
کوئی ہے۔ وہ وحدانی ہے، جسم کو جسم سے بنانے والا ہے، وہ سننے والا ہے، جاننے والا

لطیف و خیر ہے، رؤف و رحیم ہے، وہ پاک اور برتر ہے، ان تمام باتوں سے جو اس کے متعلق
ظالم لوگ کہتے ہیں، وہ بہت زیادہ پاک اور برتر ہے۔

اگر وہ ایسا ہی ہوتا جیسا، یہ ظالم لوگ اس کا وصف بیان کرتے ہیں تو پھر رب اور
مرلوب میں، خالق اور مخلوق میں، موجد اور اس کی ایجاد کردہ چیز میں فرق ہی کیا رہ جاتا لیکن اس نے
اپنے اور اپنے بنائے ہوئے اجسام میں دیگر امتیاز کے درمیان فرق رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ ان
چیزوں سے مشابہ ہے جو نظر آتی ہیں اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہ ہے۔ (کشف الغرہ ص ۲۵۱ تا ۲۵۲)

۴۷ = یزداد طبیب

محمد بن جریر طبری کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسن محمد بن اسماعیل
بن احمد قفلی کاتب سرمن رائے نے ۲۳۳ھ میں بتایا کہ اس کے باپ نے یہ واقعہ اس سے بیان
کیا تھا جبکہ وہ سرمن رائے میں تھا اور رب اخصا میں کہیں جا رہا تھا کہ بختیشوع کا شاگرد یزداد
طبیب نصرانی موسیٰ بن بعا کے گھر سے واپس آتا ہوا نظر آیا۔ ہم دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے اور اسی
دوران میں گفتگو بھی ہوتی رہی۔

اُس نے کہا، تم اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس کا مالک کون ہے؟
میں نے پوچھا، کون ہے اس کا مالک؟
اُس نے کہا، اگر مخلوق میں کوئی عالم الغیب ہے تو وہ یہ ہیں۔
میں نے پوچھا، وہ کیسے؟

اُس نے کہا، ایک ایسی تعجب خیز بات تمہیں بتاتا ہوں جسے تم نے یا کسی اور نے کبھی نہ
سنا ہوگا، مگر اس کا اقرار کرو کہ تم کسی سے نہ سنا ہو گے، اس لیے کہ میرا پیشہ طبابت ہے سلطان کا
معالج کرتا ہوں، میں نے سنا ہے خلیفہ نے ان کو حجاز سے یہاں بلا لیا ہے، اُس کو دیکھو کہ لوگ
ان کی طرف مائل ہو گئے تو خلافت خاندان بنی عباس سے چلی جائے گی۔

میں نے کہا، اطمینان رکھو میں کسی سے نہ کہوں گا، بتاؤ کیا بات ہے؟
اُس نے کہا، سنو! میں چند دن ہوئے ان سے ملا تھا۔ وہ سیاہ گھوڑے پر سوار اور
سیاہ لباس پہنے ہوئے، خود ان کا رنگ بھی سیاہی مائل تھا میں ان کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے
گھڑا ہو گیا۔ طبعی کہا، مسیح کی قسم میرے منہ سے کسی کے لیے کوئی بات نہیں نکلی، مگر ان کا لباس سیاہ
گھوڑا بھی سیاہ اور رنگ بھی سیاہ۔ یعنی سیاہی در سیاہی در سیاہی۔
جب آپ گھوڑا اڑھاتے ہوئے میرے پاس پہونچے تو تیز نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

تیرا دل سیاہ ہے جس کی وجہ سے لو اپنی آنکھوں سے سیاہی درسیا ہی کر رہا ہے
دیکھ رہا ہے۔

میرے والد نے کہا، خیر یہ بات تم بھی کسی سے نہ کہنا، مگر یہ بتاؤ کہ پھر تم نے کیا کیا
اور کیا کہا؟

وہ بولا، میں نے بہت سوچا، لیکن کوئی جواب بن نہ پڑا۔ بالآخر کہا، آپ کا دل سفید
آپ نے فرمایا، واللہ اعلم۔

میرے والد کا بیان ہے کہ جب یزداد بیمار ہوا تو اس نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور کہا
سنو! میرا قلب پہلے سیاہ تھا، اب سفید ہو گیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں
ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اس کا کوئی شریک نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی بن محمد تمام
مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں، یہ ناموس اعظم ہیں۔

اس کے بعد یزداد اسی بیماری میں مر گیا اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔
زید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار
ہوا تو رات کے وقت طبیب آیا اور ایک دوا تجویز کی کہ میں اُسے صبح کے وقت استعمال کروں لیکن
وہ دوا شب کے وقت بھیجے حال نہ ہو سکی اور طبیب چلا گیا۔ اتنے میں حضرت امام علی نقیؑ کے
ایک صحابی آئے اُن کے ہاتھ میں ایک پڑیا تھی جس میں بعینہ وہی دوا تھی۔
اُنھوں نے کہا کہ حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ
یہ دوا استعمال کرو۔

میں نے استعمال کیا اور اچھا ہو گیا۔ (ارشاد ص ۲۲۲ مناقب جلد ۴ ص ۴۴)

بخار الانوار



باب



خلفائے وقت

① — خلفائے وقت

آپ کے زمانہ امامت میں معتصم کی حکومت کا بقیہ حصہ پھر واثق بن متوکل، مستقر، مستعین و معتز کی حکومتیں رہیں۔ معتصم کے آخری دور میں آپ زہر سے شہید کیے گئے۔ اور ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام معتصم نے زہر دیا۔

(مناقب جلد ۴ صفحہ ۶)

روایت کی گئی ہے کہ متوکل ہم سوال شد کہ جو میں قتل کیا گیا اور یہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی امامت کا ستائیسواں سال تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد بن المستقر کی بیعت کی گئی۔ مگر وہ سات ماہ حکومت کر کے مر گیا۔ پھر احمد المستعین بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ اس کی حکومت چار سال رہی۔ اس کے بعد وہ خلافت سے نااہل قرار دے کر زہر دیا گیا اور المعتز بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام زہیر تھا۔ اس کی بیعت ۲۵۴ھ میں کی گئی اور حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام کا تیسواں سال تھا۔ ۲۵۴ھ میں آپ نے اپنے فرزند حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو بلایا اور ان کو نور و حکمت موارث انبیاء اور بزرگوں کے اسلحہ سپرد کیے۔ ان کی امامت پر نص فرمایا، اور اپنے فقہ اصحاب کے سامنے ان کو اپنا وصی بنایا، پھر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس وقت آپ کا سن چالیس سال کا تھا۔ آپ سرمن رائے میں دفن کیے گئے۔

(عیون المعجزات)

② — متوکل کا ارادہ قتل

ابوسعید سہل بن زیاد کا بیان ہے کہ میں سامع میں ابو العباس فضل بن احمد بن اسرائیل کاتب کے گھر میں تھا، وہاں حضرت ابو الحسن علیہ السلام کا ذکر چمڑا تو اس نے کہا: اے ابوسعید! میں تم سے ایک واقعہ بیان کروں جو میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ معتز کے ساتھ تھے، میرے والد اس کے کاتب تھے ایک مرتبہ ہم لوگ ان کے گھر گئے، دیکھا کہ متوکل اپنے تخت پر بیٹھا ہے، معتز نے سلام کیا اور کھڑک

میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس سے پیشتر جب معتز جاتا تو متوکل اس کو مہربانہ اور بیٹھے کے لیے کہتا، مگر اس بار اس نے کچھ نہ کہا، معتز کو کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی، وہ ایک پاؤں اٹھاتا تو دوسرا رکھتا، مگر متوکل نے بیٹھے کی اجازت نہ دی۔ میں نے دیکھا کہ متوکل کا چہرہ ہر لمحہ بدلتا جاتا ہے۔

وہ فتح بن خاقان کی طرف رخ کر کے کہتا ہے، تم اسی شخص کے متعلق طرح طرح کی صفائی پیش کرتے ہو۔

فتح اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے، یا امیر المومنین! ان پر جھوٹ الزامات لگانے گئے ہیں۔

یہ سن کر وہ اور جل اٹھتا اور کہتا ہے، واللہ میں اس ریاکارہ زندگی کو ضرور قتل کروں گا۔ وہ غلط دعویٰ کر کے میری سلطنت میں رخنہ ڈالتا ہے۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ چار خزری سپاہیوں کو بلاؤ۔

جب وہ آگئے تو ان کو چار تلواریں دیں اور کہا، تم لوگ اپنی زبان میں باتیں کرنا اور جب ابو الحسن آپس تو اپنی تلواروں سے ان کے گھرے گھرے کر دینا۔

اس نے یہ بھی کہا کہ میں قتل کے بعد ان کی لاش کو نذر آتش بھی کر دوں گا۔

اس وقت میں پردے کے پاس معتز کے پیچھے کھڑا ہوا تھا کہ یکایک حضرت ابو الحسن علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور لوگ دور سے ہوئے آئے کہ وہ آگئے وہ آگئے میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپ کے دونوں لب حرکت میں ہیں ان پر کسی قسم کا خوف نہیں ہے، متوکل نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً تخت سے کود پڑا اور آگے بڑھ کر ان کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا۔ اے ہمارے سید! اے فرزند رسول! آپ نے اس وقت آنے کی کیسے زحمت کی؟

آپ نے فرمایا، آپ کا آدمی پہنچا تھا۔ اس نے کہا تھا متوکل آپ کو بلاتے ہیں۔

متوکل نے کہا، وہ حرامزادہ جھوٹا ہے یا سیدی! آپ کو زحمت ہوئی، تشریف لے جائیں۔ اے فتح! اے عبید اللہ! اے معتز! اپنے اور میرے سید کو گھر تک پہنچا کر آؤ۔

ادھر جب خزری سپاہیوں نے آپ کو دیکھا تو مارے خوف کے سجدے میں گر گئے تھے۔

آپ چاہتے تو متوکل نے ان سپاہیوں کو بلایا ترجمان سے کہا، ان سے پوچھو کہ ان کو جو حکم دیا گیا تھا اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟

انہوں نے جواب دیا کہ اُن کی اتنی شدید و عظیم ہیبت تھی کہ جو ستواروں میں بچے ہوگی، ہم خود کو قابو میں نہ رکھ سکے اور اسی ہیبت کی وجہ سے ہم آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ اُن کی ہیبت ہمارے دلوں پر چھا گئی۔

متوکل نے کہا، اے فتح! یہ ہیں تمہارے امام۔
یہ کہہ کر متوکل فتح کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور فتح متوکل کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور بولا:
اندر کا شکر ہے کہ اُس نے اُن کے چہرے کو روشن اور پُر ہیبت بنا کر لوگوں کے دلوں پر ان کا سکہ بٹھادیا اور اُن کو اپنی حجت ظاہر کر دیا۔

(منتار الخراج و الجرائع ص ۲۱۳)

③ = ارادہ گرفتاری

ایک بعلیالی نے متوکل کے پاس حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام کی چُنی لگائی کہ انہوں نے بہت سے اسلحے اور اموال جمع کر رکھے ہیں متوکل نے اپنے حاجب سعید سے کہا، رات کے وقت ان کے گھر پر چھاپہ مارو اور اس میں جتنے اسلحے اور اموال ہوں وہ سب لیکر آؤ۔

ابراہیم بن محمد کہتا ہے کہ سعید حاجب نے محمد سے بیان کیا کہ میں شب کے وقت حضرت ابو الحسن علیہ السلام کے گھر پہنچا، میرے ساتھ سیڑھی تھی جس کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا اور شب کے اندھیرے میں اندر ترا، مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ گھر کے اندر کیونکر جاؤں۔
لتنے میں حضرت ابو الحسن علیہ السلام نے گھر میں سے آواز دی، اے سعید! اپنی جگہ کھڑے رہو، میں شمع لارہا ہوں۔

فوراً آپ شمع لیکر تشریف لائے، میں نے دیکھا کہ آپ کے جیم مبارک پر ایک صوف کا جیس ہے، صوف کی ٹوپی ہے، ایک چٹائی پر مٹنے ہے آپ قبضہ نہ رہیں۔

مجھ سے کہا یہ سارا گھر تمہارے سامنے ہے۔ دیکھ لو۔
میں نے اندر جا کر ہر حجرے کی لفتیش کی مگر اس میں کچھ نہ ملا۔ ہاں ایک برہہ تھا جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک کیسہ بھی تھا اس پر بھی مہر تھی۔

پھر حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا، یہ مٹنے بھی سامنے ہے اسے بھی دیکھ لو۔

میں نے مٹنے اُٹ کر دیکھا، ایک تلوار نیام میں رکھی ہوئی ملی، میں یہ تمام چیزیں لیکر متوکل کے پاس آیا۔

جب اس نے برہہ (تھیلی) پر اپنی ماں کی مہر دیکھی تو ماں کو بلایا اور پوچھا: یہ برہہ آپ نے امام ابو الحسن کے پاس بھیجا تھا؟
اُس کی ماں نے کہا، ہاں جب تم بیمار تھے تو میں نے نزدیکی تھی کہ اگر تم چمے ہو گے تو میں حضرت امام ابو الحسن کو کس ہزار دینار دوں گی۔

اُس نے دوسرا کیسہ کھولا، تو اس میں چار سو دینار تھے۔
متوکل نے حکم دیا کہ اس برہہ کے ساتھ ایک دوسرا برہہ اور شامل کیا جائے، یہ برہہ کیسہ اور تلوار سب حضرت ابو الحسن علیہ السلام کو لجا کر واپس کر دی جائیں۔

میں نے یہ سب اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کیے اور اظہارِ ندامت کیا، اور عرض کیا، یاسیدی! مجھے آپ کے گھر میں بغیر آپ کی اجازت کے داخل ہونا پسند نہ تھا، مگر کیا کرنا مجھے یہی حکم دیا گیا تھا۔

آپ نے فرمایا: تَسَيِّعُ لِمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا آيَاتٍ مُّتَقَلِّبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝
(سورہ شورا آیت آخری)
• دعوات راوِزی میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

④ = آپ کی اسیری اور پھر ارادہ قتل

ابو سلیمان نے ابن اورمہ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ دو روز متوکل میں سرمن رہے گیا اور سعید حاجب کے پاس پہنچا۔ متوکل نے حضرت ابو الحسن علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے اس کے حوالے کیا تھا

اُس نے کہا، کیا تم اپنے اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو؟
میں نے کہا، پاک ہے وہ اللہ جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

اُس نے کہا، مگر اسی کو تو تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارا امام ہے۔
میں نے کہا، یہ کتنی بُری بات تم نے کہی۔
اُس نے کہا، مگر نے اس کے قتل کا حکم دیدیا ہے اور کل ہی ایسا کرنے والا ہوں

اس وقت اُس کے پاس ایک قاصد گیا ہوا ہے۔ جب وہ نکل آئے تو تم چلے جانا۔
جب قاصد نکل آیا تو مجھ سے کہا، اب تم اندر جاؤ۔

میں اُس گھر کے اندر داخل ہوا جس میں آپ قید تھے۔ دیکھا کہ آپ کے پیروں پر کھڑی ہوئی ہے۔ میں نے قریب پہنچ کر آپ کو سلام کیا اور ناز و قطار رونے لگا۔

آپ نے پوچھا کیوں روتے ہو؟
میں نے عرض کیا بھوکھ دیکھ رہا ہوں اُس پر روتا ہوں۔
آپ نے فرمایا اس کے لیے نہ روتو یہ لوگ اس وقت ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔
یہ سن کر مجھے سکون ہوا۔

آپ نے فرمایا "دو دن بھی نہ گزریں گے کہ اللہ اس کا اور اس کے ساتھی کا خون بہا
گامبس کو تم باہر دیکھ آئے ہو۔
راوی کا بیان ہے کہ جب "۱" واقعاً دو دن بھی نہیں گزرے کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

(انوار و الجواہر ص ۲۱۲)

مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذهب میں تحریر کیا ہے کہ متوکل کے پاس
نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کی چٹنی لگائی کہ آپ کے گھر میں خطوط اور اسلحہ ہی جو تم کے شیو
نے آپ کے پاس بھیجے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ حکومت پر قبضہ کریں۔

یہ سن کر متوکل نے ترکوں کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے آپ کے گھر پر رات کو
کر دیا، مگر انہیں آپ کے گھر میں کچھ نہ ملا انہوں نے دیکھا کہ آپ ایک بند جبرے میں موت کی بندھی پھرتے ہیں
ریت اور سنگریزوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ سے نودگائے ہوئے تلاوتِ کلام پاک کر رہے ہیں
وہ لوگ اسی حال میں پکڑ کر آپ کو متوکل کے پاس لے گئے اور کہا ہمیں ان کے گھر میں سے تو کوئی چیز
ملی پس یہ دیکھا یہ قسبہ رو بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور متوکل اس وقت شراب
محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ آپ جب اس کے سامنے
تو آپ کو دیکھتے ہی اس پر ہیبت سی طاری ہو گئی اُس نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور اپنے
کاپالہ آپ کی طرف بٹھالیا۔

آپ نے فرمایا "میرا گوشت اور خون کسی شراب سے آلودہ نہیں ہوا" مجھے معاف
اُس نے کہا "اچھا خیر شراب نہ پیجیے مگر کوئی شعر تو سنائیے۔
آپ نے فرمایا "مجھے شعر ہیبت کم یاد ہیں۔
اُس نے کہا "اب تو آپ کو سنانا پڑے گا۔

آپ نے فرمایا "اچھا سنو" (اور پھر آپ نے یہ اشعار سنائے جن خلاصہ یہ ہیں
"کچھ لوگ ایسے عالی مرتبہ تھے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر شب بسر کرتے تھے مگر ان چوٹیوں
نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اس اعزاز اور شان و شوکت کے بعد وہ ایسے گرے
کہ گوشہ قبر میں پہونچ گئے۔ اور واقعاً ان کے لیے یہ کتنی بُری منزل ہے۔ ان کے قبر میں

دفن ہونے کے بعد منادی نے ندا دی "بتاؤ وہ زیورات" وہ تمھارا تاج وہ تمھارے
ٹخنے کہاں ہیں؟ وہ تمھارے نرم و نازک چہرے کہاں ہیں جن کے لیے پردے پڑے
رہتے تھے۔؟

قبر ان کی طرف سے جواب دے گی کہ اب تو ان ہی چہروں پر کیڑے رینگ
رہے ہیں۔ انہوں نے ایک طویل عصہ تک کھایا اور پیاسے مگر اس کھانے اور
پینے کے عوض آج ان کو خود کھایا جا رہا ہے۔"

یہ اشعار سن کر متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اتنا روایا کہ ساری دارمی
آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ پھر اُس نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو چار ہزار
دینار دیے اور عزت و احترام کے ساتھ آپ کے گھر آپ کو رخصت کیا۔

• کراچی نے کنز الانوار میں تحریر کیا ہے، "میر متوکل نے اپنے ہاتھ کا پیالہ زمین پر
پلک دیا، اور اس دن اس کی شراب نوشی کا مراکز کراہا گیا۔ (کنز الانوار کراچی)
دندکرہ سبط ابن جوزی ص ۲۱۲

⑤ = مریہ سے روانگی

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ
متوکل کو حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے متعلق کچھ غلط اطلاعات پہونچیں تو اُس نے مجھے آپ
کو لانے کے لیے مریہ بھیجا۔ جب میں (مع اپنی فوج کے) وہاں پہونچا تو اہل مریہ راز و قطار رونے اور
چیخے چلانے لگے، اتنا رونا دھیننا تو میں نے زندگی میں کبھی نہ سنا تھا۔ میں نے ان کو تسکین دی
اور حلف سے کہا کہ مجھے ان کو کوئی گزند پہونچنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

میں نے وہاں پہونچ کر آپ کے گھر کی خانہ تلاشی لی مگر کچھ مصعوف اور دعاؤں کی کتابوں
یا اسی طرح کی دو ایک چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ میں ان کو مریہ سے لے کر چلا، ان کی خدمت کرتا
رہا۔ اور آپ کا مہیرا ساتھ لے کر گزرتا رہا۔

جب میں مدینہ "اسلام پہونچا تو اسحاق بن ابراہیم ظاہری کا سامنا ہوا وہ بغداد کا حاکم تھا
اس نے کہا "اے یحییٰ! یہ خضر اولاد رسول میں سے ہے اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ متوکل
کون ہے، اگر تم نے اس کو ذرا تمھارا "تو وہ انہیں قتل کر دے گا اور قیامت کے دن حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے خلاف مدعی ہوں گے۔

میں نے کہا "خدا کی قسم، میں نے ان میں نیسکی کے علاوہ اور کوئی برائی نہیں دیکھی۔
چنانچہ میں آپ کو لیے ہوئے سامرا پہونچا۔ وہاں وصیف ترک سے ملاقات ہوئی

میں نے آپ کو سلام کیا،
آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا، بیٹھ جاؤ۔
میں بیٹھ گیا۔

پھر آپ نے فرمایا، اے صقر! فکر نہ کرو، اس وقت یہ لوگ مجھ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔

میں نے کہا، الحمد للہ، پھر عرض کیا، میرے سید و سوار ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جس کا مطلب مجھ میں نہ آیا۔

آپ نے فرمایا، وہ کون سی حدیث ہے؟
میں نے عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
”ایام سے دشمنی نہ کرو، ورنہ وہ بھی تم سے دشمنی کریں گے“

اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں، ایام سے مراد ہم لوگ ہیں۔ جب سے یہ زمین و آسمان بنائے گئے ہیں۔ التبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ہے اور احد سے کنایہ ہے امیر المومنین علیہ السلام کی طرف، اثنین سے مراد حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ الثلثا سے مراد علی ابن اہسین، و محمد بن علی، و جعفر بن محمد ہیں۔ الاربعاء سے مراد، موئی بن جعفر و علی بن موئی، و محمد بن علی او میں ہوں۔ اور خمیس سے مراد، میرا فرزند حسن بن علی الہقی ہے اور جمعہ سے مراد میرے فرزند کا فرزند ہے جس کا گروہ اسی کے پاس جمع ہوگا اور وہی زمین کو عدل و داد سے اس طرح بھرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

یہ ہے مفہوم ایام کا، ان سے دنیا میں دشمنی نہ کرو، ورنہ یہ آخرت میں تمہارے دشمن ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا، اچھا خدا حافظ، جاؤ۔ میں تمہیں خطرے سے محفوظ نہیں سمجھتا۔

(معانی الاخبار ص ۱۳۳، اعلام الوری طبری ص ۱۳۱)

ہراتی نے بھی علی بن ابراہیم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔ دکنال ابن جلد ۱ ص ۱۳۳

⑥ = بنی ہاشم کا پاپیادہ جلوس

روایت میں ہے کہ جس سال متوکل قتل ہوا۔ عید الفطر کے دن اس نے حکم دیا کہ سارے بنی ہاشم اس کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلیں۔

اس کا مقصد صرف حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو اپنی سواری کے آگے پاپیادہ چلانا تھا۔ چنانچہ بیچارے سارے بنی ہاشم اور ان ہی کے ساتھ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے ایک غلام کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے چلے تو شعیون میں سے چند لوگ آپ کے سامنے آئے اور عرض کیا:

یاسیدنا! کیا دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی دعا اللہ قبول فرمائے اور ہم لوگوں کو اس ظالم سے نجات دلائے؟

آپ نے فرمایا، اس دنیا میں ایک شخص ہے جس کا کٹا ہوا ناخن اللہ کے نزدیک ناقہ صالح (قوم نوح) سے کہیں زیادہ مکرم ہے۔ جب ناقہ کو پے کیا گیا اور اس کے بچے نے اللہ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”تَمْتَحُوا فِي ذَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدُ غَيْرِ

مَكْدُوبٍ“ (سورہ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ (تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے لوٹ لو۔ یہ وعدہ عذاب ایسا ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔)

اس کے بعد متوکل تیسرے ہی دن قتل ہو گیا۔

④ = متوکل کے قتل کی پیشگوئی

حسین بن محمد کا بیان ہے کہ جب متوکل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر کے علی بن کر کے حوائی کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا:

”میں اللہ کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ مکرم ہوں۔ سنو! تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور عیش کرو، یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔“ (ترجمہ سورہ ہود آیت ۶۵)

دوسرے دن متوکل نے آپ کو راکھ کر دیا اور معذرت خواہ ہوا، تیسرے دن یاغزو تاشم و معطون نے متوکل پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے منصر کو تخت خلافت پر بٹھا دیا۔

ابوالسالم کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے فتح کو حکم دیا کہ ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر لو۔

اس کا ذکر اس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے کیا۔
آپ نے فرمایا تَمْتَحُوا فِي ذَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدُ غَيْرِ مَكْدُوبٍ

بنابر اس اب امیر المومنین نے مستند بن فضل کو وہاں کا والی بنا دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ آپ کا اکرام و احترام کرے، اس طرح اس کو اللہ اور امیر المومنین دونوں کا تقرب حاصل ہوگا مگر امیر المومنین کو آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے چاہتے ہیں کہ آپ سے عہد تازہ کریں اور آپ کے چہرہ انور کی زیارت کریں۔

اگر آپ امیر المومنین سے ملاقات اور ان کے پاس قیام کے لیے آمادہ ہیں تو اپنے اہل و عیال اپنے حوالی و ملازمین کے ساتھ جب چاہیں پورے اطمینان کے ساتھ تشریف لائیں راہیں جب چاہیں منزل کریں اور جب چاہیں کوچ کریں جو آسانی آپ چاہیں، وہ سب آپ کو میسر ہوں گی۔ اگر آپ چاہیں تو یحییٰ بن ہرثمہ امیر المومنین کا عتلام مع فوج آپ کے ساتھ ساتھ چلے گا جس رستے سے آپ آئیں گے اسی رستے سے وہ بھی آئے گا۔ اس سلسلے میں سارا اختیار آپ کو ہوگا۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کرے

(کاتب ابراہیم بن عباس مؤرخ جہادی از اخوی)
جب یہ خط حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام کو موصول ہوا تو آپ نے سامانِ درستی کیا اور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔ قطع منازل کرتے ہوئے سرمن رلے پہنچے تو متوکل کا حکم ہوا کہ آج داخلے کی اجازت نہیں۔ لہذا آپ نے خان صعلیک (فقیروں کی سرانے) میں قیام کیا۔ متوکل کا حکم ہوا کہ ایک مکان خالی کر دیا جائے۔

مکان خالی ہوا تو آپ اس میں منتقل ہو گئے۔
(دعوت الوری ۳۴۸-۳۴۹)
صالح بن سعید سے روایت ہے کہ جس روز حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام سرمن رلے ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان یہ لوگوں کے یہ ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ آپ کے نور کو بھادیں اور آپ کی اہمیت کو کم کریں۔ حدیثی کہ ان لوگوں نے آپ کو خان صعلیک میں اتارا جو بدترین سرانے ہے۔

آپ نے فرمایا: اے سعید! تم اسی منزل پر ہو؟
اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو ایک ہیک میں نے خود کو نہایت خول و صدف اور سرسبز باغات میں پایا جس میں نہریں جاری تھیں، خوشبو میں بسی ہوئی تھیں، موتی کی طرح روشن رو (روح) غلام تھے۔
یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا مجھے بڑا تعجب ہوا۔
آپ نے فرمایا: اے ابو سعید! تم نے دیکھا؟ یہ ہے ہم لوگوں کا جائے قیام اور

مقام ہم لوگ خان صعلیک میں نہیں ہیں۔

حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام جب تک سرمن رلے میں رہے بظاہر بڑے ہی احترام و اکرام کے ساتھ رہے متوکل اس کوشش میں تھا کہ کوئی حیلہ اور بہانہ لے، مگر اسے کوئی بہانہ نہ مل سکا۔ اس سے طویل بحثیں اور گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ اگر اس سب کو تحریر کیا جائے تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

• صقر بن ابی دلف کرخی کا بیان ہے کہ جب متوکل نے سیدنا ابو الحسن حضرت امام علی ہنفی علیہ السلام کو قید کر دیا تو میں آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پہنچا۔ زرقانی نے جو متوکل کا حاجب تھا ایک نظریہ طرف دیکھا اور حکم دیا۔ انہیں اندر لالو میں اندر گیا تو لوپ چھائے صقر کیا حال ہے؟ میں نے کہا: استاد سب خیریت ہے۔

اس نے کہا: بیٹھ جاؤ۔
اب مجھے اگلی بجلی بائیں یاد آئے لگیں۔
”میں نے کہا“ اس وقت میرا آنا غلط رہا۔“

تھوڑی دیر میں سب لوگ چلے گئے جب تنہائی ہوئی تو بولا تمہارا کیا حال ہے کیوں لے ہو؟ میں نے کہا: خیر خیر معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں۔
اس نے کہا: شاید تم اپنے مولا کا حال معلوم کرنا چاہتے ہو؟
میں نے کہا: میرا مولا کون؟ میرے مولا تو امیر المومنین ہیں۔

اس نے کہا: خالوش، تمہارا مولا حتی پر ہے، ہمیں نہ بہکاؤ میں خود تمہارے مذہب پر ہوں میں نے کہا: الحمد للہ
اس نے کہا: کیا تم ان کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟
میں نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: بیٹھو ذرا، ایک فرستادہ ان کے پاس سے واپس آجائے۔
میں بیٹھ گیا۔

جب فرستادہ باہر نکل آیا تو زرقانی نے غلام سے کہا: ان کو اس حجرے میں پہنچا دو جس میں وہ علوی قید ہے اور پہنچا کر واپس چلے آؤ۔
غلام مجھے اس حجرے میں لے گیا۔ اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں اگے بڑھا تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے ایک پہلو میں ایک برقعہ رکھی ہوئی ہے۔

یہ خبر متوکل کو ملی تو اُس نے کہا: تین دن بعد میں خود اُن کو قتل کر دوں گا۔ مگر تیسرے دن متوکل اور فوج دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ (منابہ حلدہ ص ۱۰۰)

• اسلام الہزی میں حسن بن محمد بن جہور می سے روایت ہے اس کا بیان ہے میرے بھائی حسین بن محمد نے مجھے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جو بنگا (ترکی سردار) کے کوٹھڑیا تھا، اُس نے بیان کیا کہ دارالخلافت سے واپس ہوتے ہوئے اسیر نے مجھے بتایا کہ ابھی آج ایک شخص کو جسے لوگ ابن الرضا کہتے ہیں قید کر کے علی بن کر کے حوالہ کر دیا۔ اور میں نے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ مکرّم ہوں اور یہ آیت تلاوت کر سنا کہ: تَمْتَحُونِیْ ذَارِکُمْ ثَلَاثَ اَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعَدُ غَیْرِ مَکْدُوْبٍ (سورہ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ: تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور رہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔ اس کے بعد اُنھوں نے نہ کوئی آیت پڑھی اور نہ کوئی بات کی، آخر اس کا اس معلوم کا بیان ہے کہ میں نے کہا اللہ آپ کے اعزاز کو اور بڑھائے۔ یہ اُنھوں سے ڈرا ہے سوچئے تین دن بعد کیا ہوتا ہے؟

دوسرے دن امیر المومنین نے ابن الرضا کو رہا کر دیا اور معذرت خواہ ہوا۔ دن آتا تو یاغز و مطعون و تاش اور ان کے ساتھ ایک گروہ نے متوکل پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے منتصر کو خلیفہ بنا دیا۔

⑧ = متوکل کے لیے بددعا

ابو روح نسائی سے روایت ہے کہ بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے متوکل کے لیے بددعا فرمائی پہلے حمد و ثنائے بجا لائے۔ پھر فرمایا: ”پروردگارا! میں اور فلاں شخص تیرے بندوں میں سے دو بندے ہیں۔ آخر دعا تک“

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس دعا کو ایک دوسرے سلسلہ اسناد سے اور وہ یہ ہے کہ: زرافہ حاجب متوکل جو ایک مروشیہ تھا، کا بیان ہے کہ متوکل کو فوج بن سے بہت اُتس تھا اُسے وہ تمام لوگوں بلکہ اپنے تمام اعزاء و اقارب اور اہل و عیال سے زیادہ قریب ہونے تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو دکھائے کہ فوج بن خاقان کی منزلت میرے نزدیک کیسے۔ اس لیے اُس نے تمام اہل مملکت کے اشراف اپنے خاندان اپنے وزراء، امراء سرداران

فوج اور تمام ذی وجہ اشخاص کو حکم دیا کہ بہترین لباس میں پوری زیب و زینت کے ساتھ آئیں اور جو میں ہمارے اور فوج بن خاقان کی سواری کے آگے آگے پایادہ چلیں، کوئی شخص سواری پر نہ ہوگا، صرف ہم اور فوج بن خاقان سواری پر ہوں گے۔ (یہ واقعہ سرمن رائے کا ہے)

لوگ مجبوراً آئے اور حسب مراتب ان دونوں کی سواری کے آگے آگے پایادہ چلنے لگے وہ دن سخت گرمی کا تھا، اور اشراف سادات کے گردہ میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بھی تھے۔ اور گرمی رحمت کی وجہ سے آپ کو سخت مشقت برداشت کرنی پڑی۔

زرافہ کا بیان ہے کہ میں آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف بڑھا، اور عرض کیا: اے میرے سید و سردار! جو مشقت اور رحمت اس ظالم و رکّش کے ہاتھوں آپ کو اٹھانی پڑ رہی ہے۔ یہ خدا کی قسم بید شاق ہے۔ یہ کہہ کر میں نے آپ کو اپنے ہاتھوں کا سہارا دیا۔

آپ نے فرمایا اے زرافہ! اللہ کے نزدیک ناقہ صالح مجھ سے زیادہ کرّم اور عظیم القدر و مقام ہے۔ میں آپ سے مسائل دریافت کرتا اور استفادہ کرتا رہا، یہاں تک کہ متوکل اپنی سواری سے اُترا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اب واپس جائیں۔

میں نے سب لوگوں کی سواہیل حاضر کیں اور سب لوگ اپنی اپنی سوار یوں پر سوار ہو کر اپنے گھر گئے۔ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا بقلہ بھی آپ کے سامنے حاضر کیا۔ آپ اس پر سوار ہو کر چلے تو میں بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر آپ کو گھرنے پہنچانے گیا۔

گھر پہنچ کر آپ سواری سے اترے اور مجھے رخصت کیا۔ میں واپس آیا۔ میرے بیٹے کا ایک استاد تھا جو شیخہ اور اہل علم و فضل میں سے تھا۔

میری عادت تھی کہ کھانے کے وقت اُس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بلایا کرتا تھا۔ وہ کھانے پر آتا تو گفتگو چھڑی، متوکل اور فوج کے جلوس کی کیفیت، اشراف اور ذی قدر لوگوں کا ان دونوں کی سواری کے آگے پایادہ چلنا۔ پھر میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو جس حال میں دیکھا اور جو کچھ اُن نے سنا، وہ بھی بیان کیا کہ:

آپ نے فرمایا: ”ناقہ صالح اللہ کے نزدیک مجھ سے عظیم القدر نہیں“ وہ استاد اُس وقت میرے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، یہ سنتے ہی اُس نے ہاتھ روک لیا، اور کہنے لگا، تمہیں خدا کی قسم سچ بتاؤ کیا تم نے واقعات کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا، واللہ میں نے اُن کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے۔

اُس نے کہا، اگر ایسا ہے تو پھر جان لو کہ اب متوکل اپنی مملکت میں تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکتا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لہذا آپ اپنے امور کو دیکھ بھال لیں اور اپنے اموال و املاک کو محفوظ کر لیں۔

کہیں ایسا نہ ہو ناگہانی طور پر وہ ہلاک ہو جائے اور تمہارا سارا مال وغیرہ تباہ ہو جائے، اس حادثے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے۔

میں نے کہا، یہ سب باتیں تم کہاں سے کہہ رہے ہو؟

استاد نے کہا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ہے قصۂ صالح میں ہے:

مَتَّعُوا فِي ذَٰلِكَ ثَلَاثَةَ آيَاتٍ ۚ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْدُوبٍ ۝

(سورہ ہود آیت ۲۵)

اللہ یہ ممکن نہیں کہ امام نے جو فرمایا ہے وہ غلط ہو جائے۔

زرافہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم تیسرا دن آتے ہی منتشر ہو کر متوکل پڑھ کر دیا اس کے ساتھ ترکی سردار اور غلام، متوکل فتح بن خاقان دونوں کو ایسا قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ایک دوسرے کی لاش میں امتیاز نہ رہ گیا، اس کی حکومت و سلطنت ختم ہو گئی، جیسے جس حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ملا، اور یہ بھی بتایا کہ استاد نے مجھ سے کیا کہا تھا۔

آپ نے فرمایا، اس نے یہ کہہ دیا تھا۔ بات یہ ہے کہ جب محمد پڑھ کر دیا اس حد تک بڑھ گیا تو میں نے اپنے آباؤ اجداد کے موروثی خزانے کو دیکھا، اس میں سے ایک دُعا نکال جس کا نام ہے مظلوم کی بددُعا ظالم کے برخلاف۔ یہ دُعا تمام اسلوں اور رُخالوں وغیرہ سے کہیں زیادہ تواتر زود اثر ہے۔ میں نے یہ دُعا پڑھ کر اس کے لیے بددُعا کی۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا۔

میں نے عرض کیا، میرے سید و سردار اگر مناسب ہو تو وہ دُعا مجھے بھی تعلیم فرمادیں۔ آپ نے مجھے وہ دُعا تسلیم فرمادی۔

(جمع الدعوات ص ۲۳۲-۲۳۰)

⑨ = آپ کے قتل میں کون شریک تھا

کتاب اقبال الاعمال میں ماورِ رمضان کی دُعاؤں میں ہے کہ "پروردگار! تو اس پر دُعا عذاب نازل فرما جو اہم کے خون بہانے میں شریک تھا۔" (اور وہ متوکل تھا)

⑩ = صلہ رحمی

ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ متوکل مرضِ دُنبل میں مبتلا ہوا، اور مرنے کی نوبت آگئی۔ کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس دُنبل پر نشتر لگائے۔ اس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ اچھا ہو گیا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی خدمت

میں اپنی ذاتی ملکیت سے ایک معتدبہ (مالِ کثیر) بطور نذرانہ پیش کروں گی۔

اور فتح بن خاقان نے کہا، آپ اس مرد (یعنی ابوالحسن علیہ السلام) کے پاس آدمی بھیج کر کہہ سلائیں، ممکن ہے اُن کے پاس ایسی کوئی چیز ہو کہ اللہ اس سے آپ کو شفا عطا فرمائے۔ متوکل نے کہا، اچھا، آدمی بھیج دو۔

آدمی گیا اور واپس آیا۔

اس نے کہا، آپ نے فرمایا ہے کُتب الغم (بکری کی میٹگنی) کو عرقِ گلاب میں ملا کر نیم گرم کر کے دُنبل پر رکھ دو، انشاء اللہ شفا ہوگی۔

یہ سن کر متوکل کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ہنسنے لگے۔

فتح نے کہا، اس میں حرج ہی کیا ہے، بس کاجی تجویز کر لیا جائے۔ بخدا مجھے تو امید واثق ہے کہ اس سے ضرور فائدہ ہوگا۔

الغرض کُتب الغم اور عرقِ گلاب منگوایا گیا اور اسے نیم گرم کر کے دُنبل پر رکھ دیا گیا، تھوڑی ہی دیر میں دُنبل بھٹ گیا اور اندر کا سارا فاسد مادہ (مواد) خارج ہو گیا۔

متوکل کی ماں کو متوکل کی صحت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اس نے حضرت ابوالحسنؑ کے خدمت میں دس ہزار دینار بھیجے اور متوکل کا مرض بالکل دور ہو گیا۔

○ = حضرت محمد حنفیہ کی اولاد کی جرات دلیری

کتاب الاستدراک میں ابن قولوبہ نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن العلاء السراج سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھ سے بخمری نے بیان کیا کہ میں مقام منج میں متوکل کے پاس تھا کہ اولادِ محمد بن حنفیہ سے ایک شیریں چشم و خوش پوشاک شخص حاضر کیا گیا، اس پر کوئی اتہام لگایا گیا تھا۔ اُس کو متوکل کے سامنے کھڑا کیا، لیکن اس نے اُس جوان کی طرف توجہ نہ دی اور فتح بن خاقان سے معروف گفتگو کرنا اس جوان کو جب کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی اور متوکل نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تو وہ جوان بولا: اے امیر المومنین! اگر آپ نے مجھ کو ادب سکھانے کے لیے بلایا ہے، تو یہ آپ خود خلافِ ادب کر رہے ہیں اور اگر اس لیے بلایا ہے کہ آپ نے جو یہ اوباشوں کا مجمع لگایا ہوا ہے ان کے سامنے میرے گھر والوں کی توہین کریں، تو یہ آپ کر چکے اور لوگوں کو معلوم ہو چکا۔

متوکل نے کہا، اے حنفی جوان! خدا کی قسم اگر مجھے مسئلہ دم اور رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا، اگر میرا ضبط و تحمل مجھے نہ روکتا تو ابھی ابھی تیری زبان اپنے ہاتھ سے کھینچ لیتا، تیرا سر تیرے جسم سے

جدا کر دیتا، اس گت غمی پر تو اگر تیرا باپ محمد بھی ہوتا تو اسے بھی نہ بھشتا۔

اس کے بعد متوکل فتح کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابوطالب کی اولاد کی طرف سے ہم لوگوں کو کیا کچھ نہیں سہنا پڑتا۔ حسنیہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ عزت کا مانج جو اللہ نے ہم لوگوں کے سر پر رکھا ہے، ہم سے چین کر خود پسین ہیں، حسینی چاہتے ہیں کہ اللہ نے جو نعمتیں ہم پر نازل کی ہیں، ان میں رخنہ ڈالیں۔ (اور)

محمد بن حنفیہ کی اولاد یعنی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے ہماری تلواروں کو اپنے خون سے رنگیں کرنا چاہتے ہیں۔

اس جوان حنفی نے کہا، تم نے کب تحمل و ضبط سے کام لیا ہے اور ہمارے خاندان پر تم نے کونسا رحم کیا۔ وہ مذکر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں ملا تھا اسے تم لوگ ہضم کر گئے، اس کا وارث ابو جہل بن بیٹھا۔ اور تم نے میرے پدر بزرگوار محمد کا تذکرہ کیا ہے تو سنو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو جو بلند منزلت اور عزت دی اسے تم ہیست نہیں کر سکتے جو شرف ملا ہے تم سے کم نہیں کر سکتے تمہاری تو مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

ترجیمہ اشعر: ”تمہیں اپنی نگاہیں نیچ رکھنی چاہئیں، اس لیے کہ تم قبیلہ نمیر سے ہو نہ تم ہی کعب بن سے ہو، نہ بنی کلاب میں سے۔“

اس کے بعد اس جوان نے اپنے دونوں پاؤں پھیلادیے اور کہا، دیکھ، یہ پاؤں تیری قبیلہ کے لیے حاضر ہیں، یہ میری گردن تیری تلوار کے لیے موجود ہے، میرے قتل کا گناہ بھی اپنے ذمے لیے۔ اور اس مظلمہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر اٹھالے اگر تو ایسا کرے گا تو یہ کوئی پہلا ظلم نہ ہوگا۔ اس سے پہلے تو اور تیرے اسلاف بہت کچھ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَا أَشْكُرُكُمْ عَلَيْهِ إِجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ :- (کہہ دوئے رسول!) میں تم سے اس کا (رسالت کا) اجر کچھ بھی نہیں مانگتا، مگر اقربا کی محبت (چاہتا ہوں)

مگر خدا کی قسم تو نے رسول کے سوال کو رد کر دیا اور رسول کے قرابتداروں کو جھڑک کر دوسرے سے مودت و محبت کرنے لگا۔ خیر حضورؐ ہی عرصہ میں جب تو حوض کوثر کی طرف شدت عطش سے لپکے گا تو میرے جد بزرگوار (علی ابن ابی طالب علیہ السلام) تجھے والد سے مار بھگائیں گے (اور تجھے) ہرگز اس کے قریب بھی نہ بھٹکنے دیں گے۔

یہ سن کر متوکل رونے لگا، اٹھا اور اپنی کینزوں کے محل میں چلا گیا۔ دوسرے دن اس جگہ کو پہنچایا اور نہایت کچھ انعام و اکرام دے کر اسے رہا کر دیا۔ (کتاب الاستدراک)

۱۱۔ یَوْمَ يَعْصِي الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ تَفْسِير

کتاب الاستدراک

میں اپنے اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ متوکل سے لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوالحسن، امام علی بن محمد علیہ السلام، قرآن مجید کی ان دو آیتوں: ”وَيَوْمَ يَعْصِي الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلْبِسُنِي التَّخَذُّثُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا“ (سورہ الفرقان آیت ۲۶-۲۸)

لَيْبِسُنِي لَمَّا تَخَذْتُ فَلَا تَاخِلِيلًا“ (ترجمہ: (اور اس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور کہے گا، ہائے افسوس مجھ پر، کاش میں نے الرسول کے ساتھ راہ اختیار کی ہوتی۔

(ترجمہ آیت) ہائے افسوس، کاش، میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔) کے متعلق تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اول و ثانی ہیں۔

متوکل نے کہا، پھر کیا کیا جائے؟ لوگوں نے کہا، ایسا کیجیے کہ تمام لوگوں کو جمع کیجیے اور ان کے سامنے ان سے ان آیات کی تفسیر دریافت کیجیے، اگر انہوں نے یہی تفسیر بیان کی تو جمع خود ان سے سمجھ لے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر بیان کی تو پھر وہ اپنے اصحاب کے سامنے رسوا ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے تمام قاضیوں کو سنی ہاشم اور وہیوں کو بلایا، اور ان کے سامنے ان آیتوں کی تفسیر حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فلاں کا کہہ کر از روئے احسان ان کی پردہ پوشی کی ہے۔ کیا امیر المؤمنین یہ چاہتے ہیں کہ جس کی پردہ پوشی اللہ نے کی ہے، آپ ان کے پردہ کو چاک اور ان کے راز کو فاش کریں۔

متوکل نے کہا، نہیں، میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا۔ (کتاب الاستدراک)

۱۲۔ اپنے والد کے جنازے پر گریبان چاک کرنے کا جواز

ابراہیم بن خضیب انباری کا بیان ہے کہ ابو جعفر ابرہہ نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ آپؑ نے جو اپنے پدر بزرگوار حضرت امام

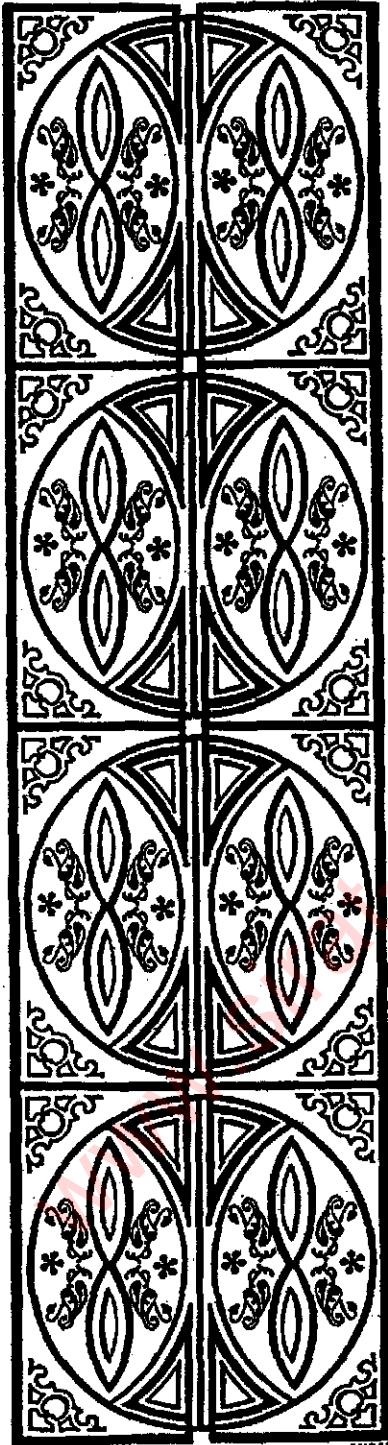
بحار الانوار



باب



اولادِ امام علیہ السلام
اور
حالاتِ جعفر کذاب



ابو الحسن علیہ السلام کے جنازے پر گریبان چاک کیا اے لوگ برا تصور کر رہے ہیں۔
آپ نے جواب میں تحریر فرمایا اے احمق! کچھ کو اس سے کیا مطلب۔ کان کا
سن! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا۔
اچھا، اب اور سن لے، کہ کچھ لوگ مومن پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی مومن
رہتے ہیں اور مومن ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کافر پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی کافر ہی رہتے
ہیں اور کافر ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو مومن پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر مومن ہی
رہتے ہیں مگر مرتے وقت کافر ہو جاتے ہیں، اور تو اُس وقت تک نہ مرے گا جب تک کافر نہ ہو جائے
اور تیری عقل سلب کر لی جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ مرنے سے پہلے اس کی عقل زائل
ہو چکی تھی، یہی بیہوشی باتیں کرتا اور امامیہ (اصول وغیرہ) کی رو کرتا، اس پناہ پر اس کے لڑکے
اُسے مکان میں بند کر دیا اور لوگوں سے ملنے کو روک دیا، پھر اسی حال میں وہ مر گیا۔
(رجال الکشی ص ۲۸۰)



① — اولادِ امام علی النقی علیہ السلام

کتاب اعلام الوری اور کتاب الارشاد میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابومحمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو چھوڑا جو آپ کے بعد درجہ امامت پر فائز ہوئے۔ نیز حسین محمد و جعفر کو چھوڑا ایک دختر عائشہ نام کی چھوڑی۔

کتاب مناقب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور حسین محمد و جعفر کذاب اور ایک دختر جن کا نام علیہ تھا۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۱)

② — جعفر کا کردار برادرانِ یوسف جیسا

کلیتی نے اسحاق بن یعقوب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمری سے درخواست کی کہ وہ میرا امام عصر علیہ السلام فرج تک پہنچا دیں جس میں میں نے اپنے مشکل مسائل تحریر کر دیے ہیں اس کے جواب میں مولانا صاحب الزمان علیہ السلام کے دست مبارک کی تحریر آئی وہ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اس ہدایت پر خابت قدم رکھے۔ تم نے میرے اہل خانہ اور میرے بنی عم میں سے جو لوگ میری امامت اور میرے وجود کے منکر ہیں، کے متعلق سوال کیا ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی کی نہ قرابت ہے اور نہ آپس میں کوئی رشتہ داری ہے جس نے مجھ سے انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے، اس کا حال بالکل یوسف کا سا ہے۔ اب رہ گیا میرے چچا جعفر کا کردار، تو ان کا کردار بالکل برادرانِ یوسف جیسا ہے۔ (نہجہ شیخ صفحہ ۱۸۸، احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۷)

③ — جعفر کذاب کا امام عصر کی تفتیش پر مقرر ہونا

ابو خالد کاہلی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے بعد امام اور جنت خدا کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرا فرزند محمد جن کا نام توریت میں باقر ہے جو علم کو کا حقہ شگافتہ کرے گا۔ وہی میرے بعد جنت خدا اور امام ہوں گے۔ اور محمد کے بعد ان کے فرزند جعفر امام ہوں گے جن کا نام اہل آسمان میں صادق ہے۔ میں نے عرض کیا: مولایہ فرمائیں کہ انہی کا نام صادق کیوں ہے؟ حالانکہ آپ سب ہی حضرات (ائمہ) صادق ہیں۔

آپ نے فرمایا: سنو! میرے پیر بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا: اور ان سے ان کے پیر بزرگوار نے اور ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حنین بن علی بن ابی طالب، جب پیدا ہوگا تو اس کا نام رکھو، اس لیے کہ اس کی اولاد میں سے پانچویں پشت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام جعفر ہوگا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور جبارت کرتے ہوئے دعوائے امامت کرے گا، مگر وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذاب ہوگا۔ اللہ پر افترا طرازی کرے گا، وہ ایسی چیز کا دعویٰ کرے گا جس کا وہ اہل نہیں ہوگا، وہ اپنے پیر بزرگوار کا مخالفت ہوگا، اپنے معانی سے حد کرے گا اور ولی اللہی کے نسبت کے وقت سے اللہ کو افتاء کرنا چاہے گا۔

یہ فرما کر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور شدید گریہ فرمایا: پھر فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جعفر کذاب کو اس زمانہ کے ظالم و جابر بادشاہ نے اس امر پر مقرر کیا ہے کہ وہ اس ولی خدا (ولی عصما) اور اللہ کی حفاظت کے ساتھ پردہ غیب میں رہنے والے کی کھوج لگائے۔ یہ ان کی ولادت سے ناواقف ہوگا اور اگر مل جائیں تو انہیں قتل کر دے تاکہ اس کے باپ کی میراث اسے ملے۔ (احتجاج صفحہ ۱۷۷)

④ — جعفر کذاب کے متعلق توفیقِ امام عصر

سعد بن عبد اللہ اشعری نے شیخ صدوق احمد بن اسحاق ابن سعد اشعری سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ہمارے

اصحاب میں سے ایک شخص نے ہمیں آکر یہ بتایا کہ جعفر (کذاب) بن علی اتقی نے اس کے پاس ایک خط بھیجا ہے جس میں اس نے اپنا تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اپنے بھائی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے بعد میں قیام ہوں۔ میرے پاس ہر حلال و حرام شے کا علم ہے بلکہ اس کے علاوہ وہ تمام علوم میرے پاس ہیں جن کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔

۸ احمد بن اسحاق (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کا خط پڑھا تو ایک عریضہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور جعفر (کذاب) کا یہ خط بھی اپنے عریضے کے اندر رکھ کر آپ کے پاس روانہ کیا۔ اس کا جواب یہ آیا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ : اللہ تمہیں باقی رکھے، تمہارا خط ملامت اس کے ساتھ وہ خط بھی جو اس میں رکھا ہوا تھا۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر عمل ہوا۔ جس کے الفاظ میں اختلاف اور مکرر غلطیاں ایسی ہیں کہ اگر تم نے ان پر غور کیا ہوتا تو میری طرح تم کو بھی ان غلطیوں کا علم ہو جاتا۔

سنو! اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ حق کو تمام تک پہنچا کر اور باطل کو مٹا کر رہے گا، اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر وہ خود شاہد ہے اور قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، جب ہم سب لوگ جمع ہوں گے تو جس میں ہم لوگ اختلاف کر رہے ہیں اس کے متعلق سوال ہو گا۔ اللہ نے اس خط کے لکھنے والے جعفر (کذاب) کو مکتوب الید پر یا تم پر یا مخلوقات میں سے کسی پر نہ امام بنایا ہے اور نہ اس کی اطاعت فرض کی ہے۔ میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا جو انشاء اللہ تمہارے لیے کافی ہوگی۔

اے عریضہ بھیجے والے! اللہ تم پر رحم کرے واضح ہو کہ اللہ نے کسی کو عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ کسی کو بیکار چھوڑ دیا ہے بلکہ انہیں اپنی قدرت سے پیدا کیا اور انہیں کان، آنکھ، دل اور عقل و سمجھ عطا فرمائی، پھر ان کے پاس انبیاء بھیجے جنہوں نے اگر انہیں بشارتیں دیں، انہیں عذاب سے ڈرایا، انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا، اور اس کی نافرمانی سے منع کیا، اور یہ لوگ اپنے خالق اور اپنے دین کی جن باتوں سے ناواقف تھے، وہ بتلائیں۔ اللہ نے ان انبیاء پر کتابیں نازل فرمائی ان کے پاس فرشتے بھیجے اور کھلے ہوئے دلائل و براہین اور غالب ہونے والے معجزات دیکر ان انبیاء میں اور دیگر لوگوں میں اپنے فضل و کرم سے فرق واضح فرمادیا۔

ان میں سے کسی کے لیے آگ کو برزخ و سلاما (ٹھنڈا) کر دیا اور اسے اپنا خلیل

بنایا۔ کسی سے (کہ وہ طور پر) کلام کیا، اور ان کے عصا کو اڑدیا بنا دیا، کوئی اللہ کے حکم سے مڑوں کو زندہ کرتا، بیماروں کو شفا دیتا، کسی کو اس نے طائروں کی بولی سکھادی اور ہر شے عطا فرمادی، اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا، ان پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور سلسلہ رسالت کو ختم کیا اور ان کی سچائی کو جس طرح ظاہر کیا، ان کی آیات و علامات و معجزات کو جس طرح واضح کیا، وہ سب کو معلوم ہے، پھر وہ قابل تعریف، بے مثل و باسعادت زندگی بسر کر کے دنیا سے اُٹھے، اللہ نے ان کی قبضی نص فرمائی۔

آپ کے بعد یہ امر بدایت آپ کے بھائی، آپ کے ابن عم، آپ کے وصی و آپ کے وارث علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد ہوا، اور ان کے بعد ان کے اولاد میں جتنے اوصیاء تھے یہ بعد دیگر یہ عہدہ ان کے سپرد ہوتا گیا۔ اللہ نے ان حضرات کے ذریعے سے اپنے دین کو زندہ رکھا، اپنے نور کو تمام کرتا رہا، پھر ان کے اوصیاء کے اور ان کے بھائیوں، ان کے بنی اعوام، ان کے اقرباء اور ان کے رشتہ داروں کے درمیان واضح فرق رکھا، تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حجت خدا کون ہے محبوب کون ہے، امام کون ہے، ماموم کون ہے اور وہ اس طرح کہ ان اوصیاء کو معصوم بنایا انہیں گناہوں محفوظ رکھا، ہر طرح کے عیب سے دور رکھا، ہر طرح گندگی و آلودگی سے پاک رکھا، انہیں اپنے علم کا مخزن اپنی حکمت کا امامت دار اور اپنا محرم راز بنایا اور دلائل و براہین سے ان کی تائید و مدد کی، اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگ براہ نظر آتے اور ہر شخص امر الہی اور عہدہ خلافت کا دعویٰ کر پڑتا، اور اس کی شناخت نہ ہو سکتی کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے، عالم کون ہے، جاہل کون ہے؟

چنانچہ اس مبطل (جعفر کذاب) نے جو دعویٰ کیا ہے وہ باطل اور بالکل جھوٹا ہے۔ یہ اس کا دعویٰ کرنا، اللہ پر اتہام ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسے اُمید رکھتا ہے کہ اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکے گا، کیسے سے تقف فی الدین (دینی معلومات) ہے؟ خدا کی قسم اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے، غلط کیسے، صحیح کیا ہے؟ کیا اس کے پاس علم ہے؟ نہیں، نہ وہ حق و باطل میں فرق جانتا ہے نہ محکم و متشابہ میں امتیاز کر سکتا ہے۔ بلکہ حدیث ہے کہ وہ حدود نماز اور اس کے اوقات سے بھی نااہل ہے، کیا اس کے پاس ورع و تقویٰ ہے؟ اللہ شاہد ہے کہ اس نے نماز و رخصہ کو چالیس دن تک محض اس خیال سے ترک کیے رکھا کہ اسے جاہد اور شہید بازی آجائے گی، اور

اللہ کی توفیق تمہارے شاملی حال رہے جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ دراصل
کے متعلق اس ظالم سے جو حق۔ اس کا امتحان ہو، اس سے قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر ہی

دلے کو اطلاع دی کہ یہ لڑکی کثیر نہیں ہے بلکہ آزاد ہے اور حضرت جعفر طیار کی اولاد میں سے ہے۔

اُس نے کہا، میں اس کو واپس کرنے کے لیے تیار ہوں، مگر جو قیمت میں اسے جعفر کذاب کو دی ہے اس میں سے ذرہ برابر کم نہ کروں گا۔ وہ لاؤ اور اس کو لے جاؤ۔ اُس ملوی مرد نے یہ اطلاع اس ناحیہ والوں کو دی۔ تو ان لوگوں نے خریدار کو اکٹالیس دینار بھیجے اور کہا: اس لڑکی کو اس کے دلہے کے حوالے کر دو۔ رکافی جدا ہو گیا۔ واضح ہو کہ حضرت امام علی (علیہ السلام) کی اولاد میں سے حسین اپنے تمام معجزوں کے دیانت میں سب سے ممتاز تھے۔ اپنے بھائی حضرت امام حسن عسکری (علیہ السلام) کے پیرو اور ان کی امامی کے قائل تھے۔ یہ حرم عسکریں میں دفن ہیں۔

دوسرے صاحبزادے محمد، ان کی جلالتِ شان ناقابلِ بیان ہے۔ آپ کی قبر و طبرستان ہائیں جانب بغداد کی پرانی آبادی میں ہے۔ عوام و خواص سب ان کے روضہ کی بڑی عظمت کرتے کسی سے حلف اٹھواتا ہو تو ان کے روضے پر بیجاتے ہیں۔

بخار الاخوان



باب



احوال اصحاب امام علیہ السلام

① = سہل بن یعقوب ابوالواس

فخام نے منصوری سے اور اس سے سہل بن یعقوب بن اسحاق الملقب بہ ابی لؤاس سے سیرین رائے کے اندر مسجد خلیق نامی میں روایت کیا ہے۔ منصوری کا بیان ہے کہ سہل بن یعقوب کا لقب ابوالواس اس لیے پڑ گیا کہ یہ لوگوں سے اچھی طرح میل جول بھی رکھتا، بہترین انداز سے اظہارِ شیعہ بھی کرتا اور پھر اپنے کو گزند اور خطر سے محفوظ بھی رکھتا تھا۔

سہل کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام نے یہ سنا تو مجھے ابوالواس کا لقب دیر یا اور فرمایا: اے ابوالواسی تم حق کے ابوالواس ہو اور تم سے پہلے جو گندہ ہے وہ باطل کا ابوالواس ہے۔

② = اختیارات آیام

سہل کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا: میرے پاس اختیاراتِ آیام (آیام سعد و نحس) ہیں، جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیں، جس کی روایت مجھ سے حسن بن عبد اللہ بن مطہر سے کی ہے اور ان سے محمد بن سلیمان دلمی نے بیان کیا ہے اور ان سے ان کے بپ نے اور ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے، اس کو آپ کے سامنے پیش کرے اس کی تصحیح کر لوں؟

آپ نے فرمایا: ہاں کرو۔

جب میں نے آپ کے سامنے اختیاراتِ آیام پیش کر کے اس کی تصحیح کر لی تو عرض کیا: مولانا! ان آیام میں اکثر ایسے ہیں جن میں کوئی کام کرنا اچھا نہیں ہے ان میں احتیاط اور بچہ کی ہدایت ہے۔ مگر بعض اوقات ایسا کام درپیش ہوتا ہے کہ انسان اس کے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: اے سہل! ہمارے شیعوں کے لیے ہماری محبت ہی سب سے بڑی سیر اور تحفظ ہے۔ اگر تم لوگ ہماری محبت کو دل میں لیکر گہرے سمندروں میں، خوفناک صحراؤں میں، درندوں اور بھیڑیوں کے غول میں یا جیتوں اور انسانوں کے دشمن جمع میں بھی چلے جاؤ گے تو ہم اہلبیت کی محبت و ولایت کے صدقے میں تم صیح و سلامت و امن و سکون سے واپس آؤ گے۔ لہذا اللہ پر سروسر کرو، ائمہ طاہرین کی ولایت و محبت میں خلوص رکھو اور جہاں چاہو جاؤ۔ (امالی)

③ = دربان وکیل

دربان: مناقب میں ہے کہ آپ کے دربان محمد بن عثمان عمری ثقات: آپ کے ثقات میں احمد بن حمزہ بن ایسح و صالح بن محمد ہرانی و محمد بن جرک البہال و یعقوب بن یزید کاتب و ابوالحسین بن ہلال و ابراہیم بن اسحاق و خیران خادم و نصر بن محمد ہرانی تھے۔ نیز آپ کے وکلاء میں جعفر بن سہیل صقیل تھے۔ اصحاب: آپ کے اصحاب میں داؤد بن زید و ابوسلیمان زرکان و حسین بن محمد مرانسی و احمد بن اسماعیل بن یقین و بشر بن بشار نیشاپوری شاذانی و سلیم بن جعفر مزوری و فتح بن یزید جرجانی و محمد بن سعید بن کلثوم (اور ایک مرد متکلم و مناظر تھے) و معاویہ بن حکیم کوئی و عیسیٰ بن معد بن سعید بغدادی و ابوالحسن ابن رجا عبرثانی تھے۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۱ ص ۱۲۸) شاعر: فصول المہم میں ہے کہ آپ کے شاعر عوفی اور دلمی تھے۔ بواب: عثمان بن سعید تھے۔

④ = ابوالغوث شاعر آل محمد علیہم السلام

کتاب تعقیب الاثر احمد بن محمد عیسیٰ میں عبد النعم بن نعان سے روایت ہے کہ حسن بن مسلم نے مجھے ایک نظم یہ کہہ کر سنائی کہ: ابوالغوث دلمی شاعر آل محمد نے یہ نظم سر من سرانے میں سنائی تھی جس کا بیان ہے کہ ابوالغوث کا حاصل نام اسلم بن محمد ہے، یہ مقام پنج کا رہنے والا تھا۔ بختری بادشاہوں کی مدح کیا کرتا تھا اور صرف آل محمد علیہم السلام کی مدح کیا کرتا تھا۔ چنانچہ خود ابوعباد بختری نے ابوالغوث کا ایک طویل قصیدہ مدح آل محمد میں سنایا۔ جس کا مطلع یہ ہے: ولہت الی رویا کرولہ العادی یذاد عن الوردی یذواد

۵ = بغا غلام ترکی کے متعلق رسول کی دُعا

مروجہ الذہب میں موصوفہ کا بیان ہے کہ بغا ایک معصوم کافر کی غلام تھا جس نے بڑی بڑی جنگیں دیکھی تھیں دشمن کی صفوں میں گھس جانا اور صحیح سلامت نکل آنا اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنے جسم پر لوہے کی بنی ہوئی کوئی چیز مثلاً زرہ وغیرہ کچھ نہ پہنتا تھا۔

جب اُس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اُس نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اے بغا! تم نے میری اُمت کے ایک شخص کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے اُس نے تمہیں دعائیں دیں اور اُس کی دُعائیں قبول ہو گئیں۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟
آپ نے ارشاد فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا۔
میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ میری طولی فرمادے۔

آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! اس کو طولی عمر عطا فرما، اور موت اس کو بھولی رہے۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پچانوے سال۔
آپ نے بھی فرمایا، پچانوے سال۔
ایک شخص جو آپ کے سامنے کھڑا ہوا تھا، اُس نے کہا، اور یہ آفات سے بچا رہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، یہ آفات سے بچا رہے۔

میں نے اُس شخص سے پوچھا، آپ کون ہیں؟
انہوں نے فرمایا، میں عثی ابن ابی طالب ہوں۔

یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ اب میں عثی کا نام لیتا ہوں (اسی وجہ سے میں صفوں کے درمیان جا کر بھی بخیر و عافیت واپس آجاتا ہوں اور مجھے کوئی گزند نہیں پہنچتی) بغا طالبین (حضرت ابوطالب کی اولاد میں سے) پر بہت مہربان رہتا اور ان کے ساتھ بہت نیک سلوک کرتا تھا۔

کسی نے اُس سے پوچھا، وہ شخص کون ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا، اور اُس کا کیا واقعہ ہے؟

اُس نے کہا، معصوم باللہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس سے کوئی بدعت سرزد ہوئی تھی۔ معصوم اور اُس کے درمیان شب کی تنہائی میں گفتگو ہوئی۔

معصوم نے مجھے حکم دیا، اسے بچاؤ اور درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔
مجھے بھی اس شخص پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ جب میں اُسے لیچلا، تو میں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سنا۔

”پروردگار! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے صرف تیرے بارے میں گفتگو کی ہے، میں نے صرف تیرے دین کی نصرت کی ہے، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف تیری توحید کے متعلق تھا اور اس سے میرا مطلب صرف تیری اطاعت اور قریب اقرب حاصل کرنا تھا، کسی غیر کا نہیں اور تیرے مخالف کے سامنے حق کو ثابت کرنا تھا، پھر کیا قہر مجھے اپنے دشمن کے حوالے کر کے یہ سزا دلانے لگا؟“

بغا کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں کانپنے لگا، اندر سے رقت آئی اور دل میں ایک درد سا اٹھا اور قریب تھا کہ میں اُسے درندوں کے کٹہرے میں ڈال دوں کہ اچانک میں نے اُسے کھینچ لیا اور اپنے حجرے میں لا کر اُسے چھپا دیا۔ پھر معصوم کے پاس آیا۔

اُس نے پوچھا کیا کیا؟
میں نے کہا میں اُس کو ڈال آیا۔

اُس نے پوچھا، وہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا؟
میں نے کہا، میں غمی ہوں اور وہ غمی میں کچھ لول رہا تھا، سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہتا تھا؟

العرض جب صبح ہوئی تو میں نے اُس شخص سے کہا، اب دروازے کھل گئے ہیں اور اب میں پہرے داروں کے ساتھ تجھے نکال رہا ہوں، دیکھ میں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر تجھے بچا دیا ہے۔ لہذا کوشش کر کہ عہدِ معصوم تک تو باہل رو پوش رہے، مگر تو مجھے یہ بتا دے کہ تیرا معاملہ کیا ہے؟
اُس نے کہا، بات یہ تھی کہ ہمارے محل میں سے ایک فرد زہر لکاری اور فسق و فجور میں مبتلا تھا۔

حق کو پامال کرتا تھا، باطل کی مدد کرتا تھا جس کی وجہ سے شریعت میں فساد پیدا ہو رہا تھا، توحید الہی منہدم ہو رہی تھی، مگر اُس کے خلاف کوئی شخص میری مدد کو تیار نہ ہوتا تھا۔ لہذا مجبوراً ایک شب کو میں نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اس لیے کہ اُس کے جرائم ایسے تھے کہ جن کی بنا پر وہ از روئے شریعت واجب القتل تھا، نتیجہ میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب تم کو معلوم ہے۔

۶ = اصحاب امام علیہ السلام

بو طبر: فجام کا بیان ہے کہ ابو طیب احمد بن محمد بن بو طبر ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص تھا اس کا جد بو طبر حضرت امام ابو الحسن علی النقی بن محمد علیہ السلام کا غلام تھا اور اس کا نام امام علیہ السلام نے رکھا تھا۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا کہ روضہ کے اندر نہ جاتا تھا، باہر چالی سے آپ کی زیارت کر لیا کرتا تھا اس کا قول تھا کہ گھر کا مالک گھر کے اندر جب تک اجازت نہ دے اندر کیسے جاؤں۔ یہ بڑا باادب تھا دیوانوں میں جاتا، اگر کسی سے کوئی حاجت کرتا تو وہ حاجت پوری کر دیتا تو خوش ہوتا، اس کا شکریہ ادا کرتا، اگر کوئی حاجت پوری کرنے کا وعدہ کرتا تو اس کے پاس دوبارہ جاتا، اگر اس نے اپنا وعدہ پورا کیا تو خیر، ورنہ تیسری بار پھر جاتا، اگر اس نے حاجت پوری کر دی تو خیر، ورنہ وہی کھڑا ہو جاتا، اور اس کے پاس خواہ دو ایک آدمی ہوں یا مجھ سے وہ یہ اشعار پڑھتا۔

ترجمہ اشعار :- کیا تمھارا ارادہ یہ ہے کہ پہل صراط پر چوگا کر اپنے گھر کے ہوئے اس وعدے کو پورا کرو گے۔ یا یہ ارادہ ہے کہ قیامت میں تم یہ جہد و جوش کرو گے۔ جناب میں نے آپ سے دنیا میں مانگ لیا ہے، خواب غفلت سے بیدار ہو جائیے۔“

(املا)

ایوب بن نوح :-

عمر بن سعید و انسی جو فطیہ مذہب کا تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایوب بن نوح آئے اور سامنے آکر کھڑے ہو گئے آپ نے ان کو کسی کام کے لیے کہا، پھر بیٹے اور میری طرف رخ کر کے کہا اے عمر اگر تم اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس شخص کو دیکھ لو۔

علی بن جعفر حدادی :-

آپ کے اصحاب میں سے علی بن جعفر حدادی تھے۔ یہ ایک مرد فاضل و پسندیدہ اور حضرت ابو الحسن اور ابو محمد علیہما السلام کے وکیل تھے۔

علی بن محمد یادی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر عمری نے بتایا کہ ایک مرتبہ ابو طاب بن بلال حج پر گیا، دیکھا کہ علی بن جعفر حدادی وہاں عظیم داد و دہش کر رہے ہیں۔ اس نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کو خط لکھا۔

آپ نے اس کے جواب میں ایک رقم تحریر فرمایا کہ میں نے ان کو ایک لاکھ دینار صرف کرنے کا حکم دیا تھا، اس کے بعد مزید ایک لاکھ دینار کا حکم دیا۔

انھوں نے کہا کہ آپ کے پاس بھی کچھ رہنا چاہیے۔ مگر جب ہم کسی کو اپنے معاملہ میں غلی میں نے دعوت نہیں دیتے تو لوگوں کو ہمارے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔

پھر علی بن جعفر حدادی امام ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو تیس ہزار دینار عطا فرمائے۔ (غیبت طوسی ص ۲۲۶)

• محمد بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن فرج کو خط لکھا اور اس میں علی بن راشد و عیسیٰ بن جعفر اور ابن بند کے متعلق دریافت کیا۔

انھوں نے جواب میں تحریر کیا کہ تم نے ابن راشد کے متعلق دریافت کیا ہے تو انھوں نے باسعادت زندگی گذاری اور شہید مرے۔

پھر انھوں نے ابن بند اور ماضی کے لیے دعائے مغفرت کی اور بتایا کہ ابن بند کو ڈنڈوں سے مار مار کر قتل کیا گیا۔

• اور ابن عام کو حصر بغداد پر تین سو کوڑے لگائے گئے اور دریا سے جہاں پھینک دیا گیا۔ (رجال کشی ص ۵۲)

۶ = فارس ایک قابل مذمت شخص تھا

قابل مذمت لوگوں میں ایک فارس

بن حاتم بن ماضیہ قزوینی ہے۔

چنانچہ عبد اللہ بن جعفر حمیری کی روایت ہے کہ حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام نے علی بن عمر قزوینی کو خط لکھا کہ اللہ کے دین پر تپتہ اعتقاد رکھو۔ فارس پر اللہ کی لعنت ہو۔ تم یہی کر سکتے ہو کہ اس پر لعنت کرو، لہذا اس پر لعنت کرنے میں اس کی ہتھکڑیاں اس کے قطع اسباب میں جہاں تک ممکن ہو پوری پوری کوشش کرو میرے اصحاب کو اس سے نہ ملنے دو، اس کی ہر حال کو باطل کرو۔ میرے اصحاب کو میری طرف سے یہ بتادو کہ میں اپنے اس تاکید کی حکم کے متعلق اللہ کے سامنے ان سے باز پرس کروں گا۔ نافرمان اور منکر پر و نل ہو۔ میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے شہرہ و ریجہ الاولیٰ کا شبہ نہ مٹا لی۔ میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اس کی بہت بہت حمد و تعریف کرتا ہوں۔

(نوٹ :-)

(غیبت طوسی ص ۲۲۶)

یہ شخص ہے جس نے متعلق علانہ کلینی نے کافی میں جلد ۱ ص ۲۹۶ پر تحریر کیا ہے کہ :

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابو الحسن بادی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے پوچھا کیا آل فرج میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے؟
میں نے عرض کیا 'جی ہاں' عمر فارس مر گیا۔

آپ نے فرمایا 'الحمد للہ'۔

میں نے شمار کیا تو آپ نے چوبیس مرتبہ الحمد للہ کہا۔

میں نے عرض کیا 'مولا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس کی موت پر اتنے خوش ہو گئے تو میں

پا سپاہ دوڑتا ہوا آکر آپ کو اس کی اطلاع دیتا۔

آپ نے فرمایا 'تھیں معلوم نہیں کہ یہ کون تھا؟'

میں نے عرض کیا 'جی نہیں'۔

آپ نے فرمایا 'یہ وہ شخص تھا جس نے میرے پدر بزرگوار سے دوران گفتگو یہ کہا تھا کہ

معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت نشے کے عالم میں ہیں۔

میرے پدر بزرگوار نے فرمایا 'پروردگار! تو جانتے ہے کہ میں روزے سے ہوں' تو

سلب مال اور ذلت امیری میں مبتلا کر۔

چند ہی دنوں میں اس کا سارا مال جاتا رہا اور اس کو قید کر دیا گیا' اور اب وہ مرا ہے۔

اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور ہی رکھے۔
(کافی جلد ۱ ص ۲۹۲)

⑤ = ابوالہاشم جعفری

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ

حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام بیمار ہوئے تو ابوالہاشم جعفری نے چند اشعار کہے:

جن کا خلاصہ یہ ہے:

"تعب ہے کہ آپ کیسے بیمار ہو گئے آپ تو مجسم دوا ہیں آپ دین و دنیا کے

مرضیوں کا علاج کر دیتے ہیں بلکہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں اور صرف مردوں ہی کو

نہیں بلکہ زندوں کو بھی نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ (اعلام الوری ص ۳۲۸)

⑧ = میں ابوالیٰ کو حسین بن عبد رزاق کا قائم مقام بنایا

رجال کشی میں ہے کہ میں نے جبریل بن احمد کے بھائی ایک تحسیر کو بھیجی جس میں لکھا

کہ مجھے محمد بن عیسیٰ نقیطنی نے بیان کیا کہ حضرت امام علی انقی علیہ السلام نے ۲۳۲ھ میں علی بن ہلال کو یہ خط تحسیر فرمایا:

"بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اللہ کے نبی

حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر درود بھیجتا ہوں۔ واضح ہو کہ میں نے حسین بن عبد ربیع کی جگہ ان

کا قائم مقام ابوالیٰ کو بنادیا ہے، میں جانتا ہوں کہ دیانت و امانت میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے جواب کے شیخ اور بزرگ ہو تمہارے امتیاز و اکرام کے پیش نظر

میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں، تمہارا فرض ہے کہ ابوالیٰ کی اطاعت کرو۔ اور وہ تمام چیزیں جو

تمہارے پاس بطور امانت ہیں وہ ان کے حوالے کر دو میرے ماننے والوں کو ان کی طرف متوجہ کرو گے

تعارف کرواؤ، تاکہ ان کو کام کرنے میں مدد ملے، اس سے ہماری نظر میں تمہارا وقار بڑھے گا۔ ہماری

خوشی کا سبب ہو گا۔ اس کا تمہیں اللہ کی طرف سے اجر ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے جسے

چاہتا ہے بہترین عطا اور عمدہ جزا دیتا ہے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

تحسیر میں نے خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے اللہ کا بچہ شکر و حمد۔ (رجال کشی ص ۲۳۲)

⑨ = ابوالیٰ بن راشد کے متعلق امام کا

اپنے ماننے والوں کے نام خط

احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ

حضرت امام علی انقی علیہ السلام کا ایک خط ابن راشد کے پاس تھا جو اپنے اپنے ماننے والوں کے

نام تحریر فرمایا تھا جو بغداد و عراق کے قرب و جوار میں رہتے تھے جس کا مضمون یہ تھا۔

الحمد للہ کہ میں نجیب و عافیت ہوں درود بھیجتا ہوں اللہ کے نبی اور ان کی

آل پر بہترین و کامل ترین درود۔ واضح ہو کہ میں نے ابوالیٰ بن راشد کو حسین بن عبد ربیع کا اور ان

سے پہلے لوگوں کا جو ہمارے دکار میں سے تھے اس کو قائم مقام بنانا ہوں۔ اور اس کو ان تمام

چیزوں کا والی بنانا ہوں جس کے والی ہمارے دکار میں سے پہلے تھے تاکہ وہ میرے حقوق وصول

کے لیے اس کو تم لوگوں پر مقرر و منتخب کیا ہے۔ اس کو ترجیح دی ہے اور واقعاً وہ اس کا اہل ہے۔

لہذا اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم لوگ میرے حق کا سارا مال اس کے حوالے کر دو اور

اس کو اپنے دل میں برا نہ محسوس کرو۔ اللہ کے حکم کی اطاعت میں تعمیل کرو اسے ادا کر کے اپنے اہوال کو

حلال کرو۔ دیکھو! نیکی اور پرہیزگاری میں لوگوں سے تعاون کرو۔ گناہ اور کسر میں کسی سے تعاون

نہ کرو، اللہ سے ڈرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے۔ تم سب لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے

